بسم اللہ الرحمن الرحیم

نماز و روزہ مسافر پر ایک طائرانہ نظر

آیت اللہ العظمی ڈاکٹر محمد صادقی تہرانی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تبارک الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعالمین نذیراً

با برکت ہے وہ ذات جس نے اپنے بندہ پر فرقان (حق و باطل سے جدا کرنے والی کتاب) کو نازل کیا، تاکہ عالمین کے لئے نذیر اور ڈرانے والا ہو۔

بنام خدائے رحمن و رحیم

صاحب رسالہ ھذا جو آزاد اندیش عالم اسلام اور برجستہ ترین فقہائے مجاہد سے شمار ہوتے ہینبیس برس کی عمر میں درجہ اجتہاد پر فائز ہوئے، نصف صدی سے زیادہ عالمی پیمانہ پر اپنی پیہم سعی و کوشش قرآن کے بلند و بالا معارف کی توسیع و نشر میں مبذول کی، اور اس رسالہ میں بھی اپنی خاص اور تیز بینی اور اپنے نبوغ سے مسلمانوں کے روز مرہ کے ایک مسئلہ کی تحقیق کی ہے جو ان کے لئے بکثرت مشکلات کا حامل رہا ہے، اور فرقہ وارانہ توجہات کے تنگ دھاروں سے گذرتے ہوئے تمام مجتہدین اور مقلدین کو قرآن مبین کے ایک مہجور و متروک حکم کی پیروی کی دعوت دی ہے، تاکہ احیاء کتاب اللہ کے لئے ظہور حجت الہی کے لئے راہ گشا ہو حاضر متن تحقیقی، اسلامی تاریخ فقاہت میں نئے موڑ کے ہمراہ ان دونوں مسئلوں کو بیان کرتا ہے کہ اولاً "سفر " روزہ داری اور تمام رکعات نماز کے لئے بالکل مانع نہیں ہے اور ثانیاً: صرف خطرات کے وقت نماز کی ظاہری کیفیت میں تبدیلی ہوتی ہے اور یہ اہل بیت نبوت کے اوامر کے امتثال کا نتیجہ ہے جو انہوں نے احادیث کو قرآن پر منطبق کرنے کی تاکید کا حکم دیا ہے کہ آخر کار ۔ نماز و روزہ مسافر کے حوالہ سے "رسالہ عملیہ" کہ صد گانہ مسائل کی جگہ ۔ دو مذکور احکام ثقلین سے حقیقی تمسک کرنے والوں کے وظیفہ کو آشکار و طور پر معین کرتے ہیں۔

امید ہے کہ قرآن سے مسلمانوں کے تمسک کے نتیجہ میں جو ولاء پیغمبر اور اہل بیت سے تمسک کا واحد راستہ ہے اسلامی معاشرہ میں صحیح احکام الہی کے اجراء و نفاذ کے شاہد ہوں۔

والسلام علی من اتبع الہدی

جامعہ علوم القرآن

انتشارات شکرانہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

و قال رسول اللہ یا رب ان قومی اتخذوا ہذا القرآن مہجوراً

اور پیغمبر نے فرمایا: خدایا! سچ مچ میری قوم نے اس قرآن (کے الفاظ) کو (اس کے معنی سے) اور شدہ (صورت میں) اخذ کیا ہے۔(فرقان : آیت ۳۰)

و قال وصی الرسول الامام علی امیر المومنین علیہ السلام: "سیاتی علیکم من بعدی زمان ۔ ۔ نبذ الکتاب حملتہ و تناساہ حفظتہ۔ (والناس) لا یعرفون من الکتاب الا خطہ ۔۔ فالکتاب و اہل الکتاب فی ذلک الزمان طریدان منفیان و صاحبان مصطحبان فی طریق واحد لا یؤویہما مؤو"۔

"حضرت امیر المومنین امام علی علیہ السلام نے فرمایا: میرے بعد عنقریب تمہارے سامنے وہ دور آئے گا کہ علماء دین اور حاملان قرآن (معانی آیات) قرآن کو (دور) ڈال دیں گے اور اس کے حفاظ اس کو یعنی اس کے معنی و عمل کو بھلا دیں گے اور لوگ بھی قرآن سے اس کے خط کے علاوہ کچھ نہ پہچانیں گے۔ چنانچہ کتاب و اہل کتاب اس زمانہ میں مطرود و منفور ہوں گے اور دونوں ہمراہ ہمگام ایک راہ میں ہوں گے اور کوئی پناہ دینے والا ان دونوں کو پناہ نہ دے گا[1]"۔

مرحوم امام خمینی "رہ"

میں واقعاً اور حقیقتاً کہہ رہا ہوں: میری عمر کو جو حصہ اشتباہ و جہالت و نادانی میں گذرا اس کا مجھے بہت افسوس ہے اور اے فرزندان اسلام تم لوگ حوزہ ہائے علمیہ اور یونیورسٹیوں کو شئونات قرآن اور اس کے بے شمار گونا گوں پہلوؤں کی طرف توجہ کرنے کی دعوت دو اور بیدار کرو۔ قرآن کی تدریس کو اس کے ہر شعبہ میں اپنا مقصد اعلی اور زاویہ نظر قرار دو مبادا خدا نخواستہ آخر عمر میں جب ضعف پیری

۱۔ بحار الانوار، ج۷۴، ص۳٦۵؛ نہج البلاغہ، خطبہ ۱۴۷۔

کا تم پر ہجوم و غلبہ ہو اپنے کئے ہوئے پر پشیمان ہو اور میری طرح ایام جوانی پر افسوس کرو[۲]۔

مرحوم علامہ طباطبائی "رہ"

حوزوی علوم کی تنظیم کچھ اس طرح سے ہوئی ہے کہ ان کو قرآن کی بالکل ضرورت نہیں ہے، اس طرح سے کہ طالب علم صرف، نحو، بیان، لغت، حدیث، رجال، درایت، فقہ و اصول تمام ان وعلوم کو حاصل کر کے آخر تک پہونچا سکے اور اس وقت ان میں تخصص و مہارت پیدا کر کے اجتہاد کرے، لیکن بنیادی طور پر قرآ نہ پڑھے اور اس کی جلد کو بھی ہاتھ نہ لگائے! اور حقیقت میں قرآن کا صرف یہ مصرف رہ گیا ہے کہ کسب ثواب کے لئے اس کیہ تلاوت کی جاتی ہے یا حوادث روزگار سے حفاظت کے لئے اپنی اولاد کے بازو پر باندھا جاتا ہے یا گلے میں لٹکایا جاتا ہے، اگر اہل عبرت ہو ، عبرت حاصل کرو "[۴۳]۔

***

افسوس کا مقام ہے کہ سازشی دشمنوں اور جاہل دوستوں کے ہاتھوں اس سر نوشت ساز کتاب قرآن کا گورستانوں اور مردوں کی مجلسوں میں پڑھے جانے کے علاوہ اور کوئی مصرف نہ تھا نہ ہے[۵]۔

۲۔ صحیفہ نور، ج۲۰، ص۲٦۔
۳۔ تفسیر المیزان فارسی، ۳۰ جلدی، ج۱۰، ص۱۱۷۔
٤۔ تفسیر المیزان فارسی، ۲۰ جلدی، ج۵، ص۳۵۰۔
۵۔ وصیت نامہ امام خمینی، ص۲۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انشاء اللہ اس رسالہ میں تفکر اور اس پر عمل کرنا موجب رضائے حضرت اقدس الہی ہے۔

محمد صادقی تہرانی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین و افضل الصلواۃ والسلام علی خاتم النبیین و افضل الخلق اجمعین محمد و آلہ الطاہرین المعصومین المکرمین والسلام علینا و علی عباد اللہ الصالحین۔

"نماز" کہ جس کو قرآن میں "صلاۃ" سے تعبیر کیا گیا ہے اور "صلاء" سے مشتق ہے ، خود بہترین جاذب "نور" ہے جو زوال پذیر تاریکیوں کو دور کرتی ہے اور نماز گذار کو "اعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فھو یراک[٦]" کا مصداق قرار دیتی ہے کہ : "خدا کی عبادت کرو گویا کہ تم اس کو دیکھ رہے ہو اور اگر تم اس کو نہیں دیکھ سکتے ہو تو وہ تم کو دیکھ رہا ہے" کہ ہر صورت میں تم اس کے محضر میں ہو۔

اسی بنیاد پر نماز دین کا عظیم ترین اور پائدار ترین ستون ہے اور تارک الصلاۃ مشرکین اور عالم آخرت کی تکذیب کرنے والوں کے زمرہ میں شمار ہوتا ہے کہ "ما سسلککم فی سقر" کس چیز نے تم کو دوزخ میں ڈالا ہے، کے جواب میں کہتے ہیں: "لم نک من المصلین و لم نک نطعم المسکین و کنا نخوذ مع الخائضین و کنا نکذب بیوم الدین[٧]"۔

"ہم نماز گذاروں میں سے نہ تھے اور مسکینوں کو کھانا نہیں کھلاتے تھے اور باطل میں غوطہ لگانے والوں کے ہمگام تھےاور ہم روز

٦۔ ارشاد القلوب، ج١، ص ١٢٨، الباب التاسع و الثلاثون فی المراقبۃ؛ و قال النبی ؐلبعض اصحابہ... ۔
٧۔ ٤٣:٤٦ اس کتاب میں سوروں کا نام اور آیات قرآن کا نام عدد میں ہے دائیں جانب سے پہلی عدد سورہ سے متعلق اور دوسری عدد آیت سے متعلق ہے (سورہ: آیت)۔

ظہور طاعت[۸] کی نسبت غلط گمان کی وجہ سے قیامت کی تکذیب کیا کرتے تھے"۔

اور یہ نماز کسی قیمت پر قابل ترک نہیں ہے، کیوں کہ رمز ظاہر و باطن بندگی ہے مگر حیض و نفاس کے وقت کہ یہاں پر بھی معذور عورتوں پر واجب ہے با وضو اور رو بقبلہ ہو کر مدت نماز کے بقدر خدا کو اذکار کے ذریعہ یاد کریں البتہ مستحب ہے نیت نماز کے بغیر بیٹھ کر تمام اذکار نماز کو پڑھیں کیوں کہ " خمس صلواۃ لا تترک علی کل حال[۹]"۔

اور یہ مخصوص عبارت، "اصل توحید": "الا اللہ" کو نمایاں کرتی ہے جو رمز نفی "لا الہ" کی مسافت کو طے کرنے سے منصہ شہود پر جلوہ گر ہوتی ہے اور اس کا بہترین وسیلہ "روزہ" ہے جو "لا الہ" کی سلبی جہت کو نمایاں کرتا ہے۔

اگر چہ روزہ خود کوئی دائمی عبادت نہیں ہے بلکہ حیض و نفاس اور بیماری جیسے موانع کی صورت میں اس کا انجام دینا حرام ہے کہ اس صورت میں "لا الہ" سے منافات رکھتا ہے؛ لیکن "الا اللہ" کہنے والا ہر صورت میں "لا الہ" کی مسافت کو طے کرتا ہے کہ طرح کے اثبات سے خدا کی توحید تک پہونچتا ہے اگر چہ مومن کے تمام عقائد و اعمال "لا الہ الا اللہ" کا نقش ہیں لیکن اس کا بلند و بالا نقش اور جلوہ نماز میں

۸۔ حقیقت باطنی یا اس کے ملکوت کے ہمراہ ہر عمل کی ظاہری صورت کے آشکار ہونے کا دن۔

۹۔ حائض اور نفساء کے لئے اوقات نماز میں ذکر کا وجوب کتاب و سنت سے قطعی دلائل سے ثابت ہے جو ذیل میں بیان ہو رہا ہے: پہلے آیت "اقم الصلاۃ لذکری" ۲۰:۱۴ کی رو سے کہ دلیل اقامہ نماز کو "ذکر اللہ" جانا ہے، اگر کوئی شخص نماز پڑھنے سے معذور ہو جیسے ڈوبنے والا؛ کسی صورت بھی ذکر اللہ اس کی گردن سے ساقط نہیں ہے اور ہر صورت میں کم سے کم ایک مرتبہ تکبیر کہنا یا اشارہ سے ذکر اللہ اس پر واجب ہے اور اسی طرح فقہی قاعدہ "المیسور لا یترک بالمعسور" اور امام صادقؑ سے مروی اس مضمون "خمس صلواۃ ال تترک علی کل حال" (اصول کافی، ج۳، ص۲۷۸ و التہذیب، ج۲، ص۱۸۲) اور "خمس صلواۃ یصلین علی کل حال" (بحار الانوار، ج۸۸، ص۲۹۹) کی چند احادیث کی رو سے نماز کسی بھی حالت میں مطلقاً معاف نہیں ہے اور معذور شخص پر واجب ہے کہ اس کا بدل بجا لائے۔ نتیجہ میں پانچ احادیث جو وسائل الشیعہ ابواب الحیض، باب چہلم میں امام باقرؑ اور امام صادقؑ سے اوقات نماز میں حیض اور نفساء کے حوالہ سے وجوب ذکر سے متعلق مروی ہیں، چونکہ کوئی بھی حدیث ان حدیث کے مخالف نہیں ہے مذکورہ آیہ شریفہ کے ذیل میں، حجت بالغہ ہے اور مد نظر احادیث کا خلاصہ اس صفحہ کے متن میں مذکورہ حکم فقہی ہے جو ثابت حکم الہی ہے۔

ظاہر و نمودار ہے کیوں کہ "لا الہ" کا سلبی پہلو "ان الصلاۃ تنہی عن الفہشاء و المنکر[10]"۔ اس معنی میں ہے کہ خدا خواہ، خدا راہ اور خدا بین نماز بڑے اور عظیم گناہوں اور دوسرے تمام گناہوں سے روکتی ہے اور اس کا ایجابی پہلو "اقم الصلاۃ لذکری[11]" ہے کہ: نماز کو میری یاد کے لئے برپا کرو۔

نماز کا ذکر قرآن میں خدا کے اسماء حسنی کی تعداد کے برابر ۹۹/ بار ہوا ہے اور جس طرح "و للہ الاسماء الحسنی[12]" اوصاف حسنی ربوبیت کے ذاتی و فعلی معانی و اوصاف کو بیان کرتے ہیں نماز بھی خدا کے لئے شائستہ بندگی کو بیان کرتی ہے۔

"اقامہ نماز" جس کا ذکر قرآن میں گونا گوں الفاظ و کلمات میں ہوا ہے اس ممتاز فریضہ الہی کے برپا کرنے کو بیان کرتا ہے اور نہ صرف اس کا بجا لانا بلکہ ظاہر و باطن، کمیت و کیفیت، وقت، شرائط، اجزاء اور اس کے مقدمات کے لحاظ سے بیان شریعت کے بقدر برپا ہو۔

اقامہ نماز کو امکانی حدود میں انجام پانا چاہئے اور کوئی عذر وبیماری بجز اس کے جس کا ذکر گذر چکا ہے، کیفیت نماز کو بالکل سے تبدیل نہیں کرتی ہے مگر اس صورت میں کہ اس سے اہم واجب سامنے ہو کہ اس صورت میں رفع ضرورت اور عسر کے بقدر، صرف کیفیت واجبات نماز ۔ نہ رکعات نماز۔ میں کمی ہوتی ہے ۔

خلاصہ یہ قرآنی اور روایتی اصل تمام بشریت کی بدیہات عقلی، علمی اور تجربی سے ہم آہنگ ہے کہ ہمیشہ واجب اہم کو دوسرے واجب پر تقدم ہوتا ہے یا اس کی کمیت اور کیفیت میں کمی کی جاتی ہے اور کیا نماز جو کہ اہم واجبات ہے سفر جیسے غیر اہم عمل سے اس قاعدہ سے مستثنی ہے؟ جبکہ زمان الہی کی رو سے ہر حالت میں اس کا برپا کرنا

۱۰۔ ۲۹:۴۵۔
۱۱۔ ۲۰:۱۴۔
۱۲۔ ۷: ۱۸۰۔

واجب ہے، اگر چہ غرق و احتضار کی حالت ہی کیوں نہ ہو، کہ بعض اوقات صرف ایک مرتبہ "تکبیر" کہنے سے انجام پاتی ہے۔

اگر آپ بھی شریعت قرآن میں، واجبات و محرمات کے تمام ابواب فقہ کا مطالعہ کریں تو آپ کو کہیں بھی یہ نظر نہ آئے گا کہ مہم اہم پر یا واجب اوجب پر یا حرام حرامتر پر مقدم ہو یا ان کے درمیان تساوی ہے، کجا یہ کہ مسافرت جیسا غیر واجب عمل عظیم ترین اور ممتاز ترین واجبات الہی پر کہ نماز ہے مقدم ہو!؟

یہانپر یہ سوال بہت بجا ہے کہ کس طرح معین مسافرتوں میں، روزہ حرام اور نماز بھی ۔ بغیر کسی اہم یا مہم مانع کے۔ قصر ہوتی ہے؟ باوجودیکہ سفر کتنا ہی دور دراز اور طولانی کیوں نہ ہو کسی بھی واجب کے معارض اور منافی نہیں ہے کہ روزہ کو ترک اور نماز کو قصر کر دے۔

اس سوال کا جواب قرآن میں اس طرح ہے کہ روزہ حالت "حرج" میں کہ روزہ دار کی طاقت جواب دے دے، اپنے وجوب سے ساقط ہو جاتا ہے اور "عسر" کی صورت میں زیان آور اور نقصان دہ بیماری ہے حرام ہے۔

نماز بھی بلحاظ کیفیت ۔ حالت غرق و احتضار کے علاوہ ۔ صرف اس صورت میں تخفیف ہوتی ہے کہ اس کا کامل کرنا نوامیس پنجگانہ دین ، جان، عقل، عرض و آبرو اور مال کے لئے خطرہ کا موجب ہو کہ اس خطرہ سے بچنا نماز کی کامل کیفیت کی حفاظت سے زیادہ واجب ہے اور اس کے علاوہ دوسری صورتوں میں ایسا نہیں ہے۔

لیکن روزہ قرآ کی رو سے صرف تین حالتوں یسر، حرج اور عسر میں منحصر ہے، حالت یسر (آسانی) میں بطور کلی آیت "یا ایھا الذین آمنوا

کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون"[۱۳] نے مومنین کے وظیفہ کو بیان کیا ہے کہ اے صاحبان ایمان روزہ تم پر واجب کیا گیا ہے جس طرح تم سے پہلے دوسروں پر واجب کیا گیا تھا، شاید تم تقوی اختیار کرو۔

اس کے بعد معذور افراد۔ کہ روزہ ان کے لئے موجب "عسر" و ضرر ہے ۔ انہیں ہرگز روزہ نہ رکھنا چاہئے کیوں کہ ان کا روزہ تقوی کے بر خلاف ہے کیوں کہ مضر اور نقصان دہ ہے: "و من کان مریضاً او علی سفر فعدة من ایام اخر "[۱۴]"اور جو شخص مریض ہے یا حالت سفر میں ہے وہ دوسرے ایام میں روزہ رکھے"؛ یہاں پر "سفر" جو "مرض" کے بعد آیا ہے تنہا صرف سفر نہیں ہے بلکہ ایسا سفر ہے کہ اس میں روزہ عسر آور اور مضر ہو، جیسا کہ خداوند عالم آیت کے استمرار میں فرماتا ہے "یرید الله بکم الیسر ولا یرید بکم العسر" خدا تم سے آسان (تکلیف) چاہتا ہے اور تم سے سخت (تکلیف) نہیں چاہتا اور یہ عسر جبکہ گمان ہوتا ہے اس کے بر خلاف صرف زحمت نیں ہے کیوں کہ ہر روزہ زحمت ہے بلکہ عسر کے معنی ضرر ہیں؛ جیسا کہ قرآن میں ارشاد ہوتا ہے: "فذلک الذی یومئذ یوم عسیر"[۱۵] "پس ایسا دن بہت سخت دن ہے" اور کیا زحمت جہنم تنہا عادی دشواری ہے یا شدید ضرر ہے؟

وضو اور غسل کے بدلہ تیمم کے بعد میں دیکھتے ہیں خداوند عالم فرماتا ہے: "و ان کنتم مرضاً او علی سفر او جاء احد منکم من الغائط او لامستم النساء فلم تجدوا ماء فتیمموا صعیداً طیباً"[۱۶]۔

اور اگر بیمار یا حالت سفر میں ہو یا تم سے کوئی قضاء حاجت کی جگہ سے واپس ہوا یا عورتوں سے ہمبستری کی ہے، پس (وضو یا غسل

۱۳۔ ۲: ۱۸۳۔
۱۴۔ ۲: ۱۸۵۔
۱۵۔ ۷۴: ۹۔
۱۶۔ ۵: ۶۔

کے لئے) پانی نہیں ملا تو کسی پاکیزہ بلندی (پاکیزہ چیز) کو (تیمم کے لئے) طلب کرو۔

یہاں پر مریض کے لئے پانی کا نہ ملنا، اس کی حکمت عذر بیماری ہے، یعنی پانی موجود ہونے کے باوجود وضو یا غسل انجام نہ دے، لیکن مسافرت کے لئے حکمت خود سفر نہیں ہے بلکہ یہاں پر پانی کا نہ ہونا یا کم ہونا موضوعیت رکھتا ہے کیوں کہ ہنگام نزول قرآن سفر میں ۔ وہ بھی حجاز میں کہ لوگ اپنے وطن میں بھی قحط آب میں مبتلا تھے۔ پانی کی نایابی یا کمیانی تھی بلکہ کبھی کبھی تو لوگ تشنگی سے ہلاک ہو جاتے تھے؛ روزہ میں بھی ایسا ہی ہے کہ سفر میں پانی کی نایابی یا کمیابی ۔ دوسری سکٹیوں کے علاوہ۔ روزہ دار کے لئے موجب عسر و ضرر ہے کہ اگر کوئی عسر نہ ہو ایسا حکم بھی نہ ہوگا۔

اور اگر اس سے مقصود اور مراد ، حرکت سفری ہو، چونکہ یہ حرکت مقصد سفر میں مستثنی ہے شخص مکلف کو اس مقصد میں روزدار ہونا چاہئے؛ یعنی اگر بالفرض تسلیم کریں سفر موجب افطار روزہ ہے، اس کے باوجود چونکہ آیت کہتی ہے : "علی سفر " کہ جس کے معنی : "حالت سیر و سفر میں" ہے، اس بنا پر سفر کے اختتام پر ۔ کہ مانند وطن ہے یہاں تک کہ اگر ایک دن بھی توقف کریں آپ کا وہاں رکنا اور ٹھہرنا "علی سفر" کا مصداق نہیں ہے، آپ کو روزہ رکھنا چاہئے کہ اب قصد اقامت عشرہ کا کوئی مطلب نہیں ہے، نتیجہ میں مذکورہ فرض کو تسلیم کرنے کی صورت میں بھی سفر میں عمومیت افطار روزہ کا فتوی باطل ہے۔

اور عادی اور عسر کی درمیانی حالت، "حرج" ہے کہ: و علی الذین یطیقونہ فدیۃ طعام مسکین فمن تطوع خیراً فھو خیر لہ و ان تصوموا خیر لکم ان کنتم تعلمون[۱۷]۔

۱۷۔ ۲: ۱۸۴۔

اور ان لوگوں پر جن کے لئے روزہ طاقت فرسا ہے فدیہ (واجب ہے کہ) بے نوا اور مسکین کی خوراک ہے پس جو شخص خیر زحمت کے ساتھ انجام دے، اس کے لئے وہی بہتر ہے اور یہ کہ ۔ حالت حرج میں ۔ روزہ رکھو تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔

اور یہ درمیانی حالت۔ کہ روزہ نہ واجب ہے نہ حرام ہے۔ "ما جعل علیکم فی الدین من حرج"[۱۸] جیسی آیات کی بنیاد پر ہے اور خدا نے دین میں تمہارے لئے کوئی طاقت فرسا تکلیف قرار نہیں دی ہے، مگر وہ تکالیف جو کلی طور پر جان فرسا ہے جیسے راہ خدا میں جہاد کہ واجب کفائی ہے۔

اور کیا طاقت فرسا روزہ مستحب ہے، لیکن طاقت فرسائی اور حرج کے بغیر روزہ صرف سفر کے مبنی پر حرام ہے حالانکہ کبھی کبھی جس سفر کو موجب ترک روزہ جانتے ہیں فرحت بخش اور افزائش طاقت کا باعث ہے! اور کیا کم زیادہ سے زیادہ ہے، کہ حرج کی صورت میں ۔ وطن میں۔ روزی مستحب ہے لیکن سفر کی صورت میں ھرج کے بغیر روزہ حرام ہے! اس بنیاد پر تنہا عذر کے روزہ کو حرام کرتا ہے "عسر" و زیاں ہے کہ اس صورت میں ترک روزہ اس کے انجام دینے سے اہم ہے اور جو چیز اس کو وجوب سے ساقط کرتی ہے طاقت فرسائی ہے اور کچھ نہیں۔

یہ حکم روزہ ہے کہ جس کے وجوب کی اہمیت نماز سے کم ہے اور کیا ہر سفر میں کہ عسر و حرج نہ ہو کیفیت نماز میں کمی ہوتی ہے تاکہ سفر میں اس کی تعداد میں کمی ہو؟ قرآن نے صرف خوف کی حالت میں قصر نماز کو جائز و واجب جانا ہے کہ وہ بھی صرف کیفیت نماز میں منحصر ہے۔ نہ کمیت: (تعداد رکعت) کیوں کہ نماز گذار راستہ چلتے یا دوڑے ہوئے یا سواری کی حالت میں یہاں تک کہ اگر چہار رکعت سے

۱۸۔ ۲۲: ۷۸۔

زیادہ نماز اس پر واجب ہو اس کو کسی عسر و حرج کے بغیر انجام دے سکتا ہے اور آیہ قصر بھی اس طرح ہے: "و اذا ضربتم فی الارض فلیس علیکم جناح ان تقصروا من الصلاۃ ان خفتم ان یفتنکم الذین کفروا ان الکافرین کانوا لکم عدوا مبینا"[۱۹]۔

"اور جس وقت کہ زمین میں ضرب لگاؤ: سختی کے ساتھ قدم رکھو، (سفر یا وطن میں دشوار سیر و حرکت کرو) پس تم پر کوئی گناہ نہیں ہے کہ نماز قصر کرو، اگر ڈر و کفار سے تمہارے خلاف آشوب (کوئی جنگ) برپا کریں۔ بے شک کفار تمہارے کھلے ہوئے دشمن ہیں"۔

یہاں پر بھی ہم مشاہدہ کرتے ہیں کہ نص قرآن "ضربتم" ہے نہ "سافرتم" کیوں کہ کل قرآن میں "سفر" اپنا ایک مخصوص لفظ رکھتا ہے "ضربتم فی الارض" صرف زمین میں مارنے یا سخت و دشوار راہ طے کرنے، خواہ جنگ میں ۔ جیسا کہ مورد بحث آیت جنگ کے بارے میں ہے ۔ یا کسی دشوار کام کے بارے میں جیسے تجارت ۔ جیسا کہ آیت میں (۷۳: ۲۰) وارد ہوا اور یہ دونوں وطن یا سفر میں راہ طے کرنے دونوں کو شامل ہے۔

منطقی اصطلاح میں "ضرب فی الارض" اور "سفر" کے درمیان عام خاص من وجہ کی نسبت ہے کہ کبھی دونوں باتیں موجود ہوتی ہیں، جیسے کوئی جنگی سفر یا کوئی دشوار تجارت اور کبھی ان میں سے کوئی ایک بات ہوتی ہے جیسے بغیر دشواری اور خطرہ کے سفر کہ صرف سفر ہے یا وطن میں کوئی دشوار و پر خطر و پر ضرر راہ کہ "ضرب فی الارض" ہے۔

بنا بر ایں "ضربتم فی الارض" سفر سے مخصوص نہیں ہے اور اس آیت میں حکم قصر کا محور پر خطر اور جانکاہ کام ہے اور آیت (۲۹: ۲۳۹) میں کیفیت نماز میں یہ تخفیف اور کمی ہر قسم کے خوف کو

---

۱۹ ۴: ۱۰۱۔

شامل ہے کہ: فان خفتم فرجالاً او رکباناً پس اگر خوف لاحق ہو اور ڈر رہے ہو پیدال یا سوار (نماز کی محافظت کرو) کہ صرف کیفیت نماز میں وہ بقدر رفع خوف تخفیف ہے۔

لیکن (فلیس علیکم جناح): تم پر کوئی گناہ نہیں ہے ۔ ان لوگوں کا جواب ہے جو اہمیت نماز کے پیش نظر گمان کرتے تھے کہ ہجوم دشمن کے خطرہ کے وقت بھی نماز کو بغیر کسی کمی کے انجام دینا چاہئے اگر چہ ان کی جان بھی خطرہ میں ہو، در آنحالیکہ اہم کی برتری کے باب سے جیسے حفظ جان مہم پر کہ تکمیل کیفیت "نماز" ہے، صرف دشمن کے خطرہ سے حفاظت کی خاطر ان کی نماز میں تخفیف ہوتی ہے کہ اس آیت کا بقیہ حصہ حالت نماز میں ہجوم دشمن کے خطرہ کی یاد دہانی کرتا ہے اور بیان کرتا ہے کہ ایسا خطرہ صرف با جماعت نماز کی رکعات میں ۔ کہ مامومین اقامہ کرتے ہیں۔ کمی کرتا ہے لیکن اس کی اصل رکعت کی تعداد ثابت ہے اور بقیہ نماز حرکت کی حالت میں یا احتیاط دفاع کی رعایت کرتے ہوئے پڑھی جائے اور تکمیل ہو لیکن امام کسی کمی کے بغیر ۔ یہاں تک کہ کیفیت میں۔ نماز کو مکمل کرے گا البتہ اس وقت اس طرح کی جنگ کا وجود نہیں ہے کیوں کہ تن بہ تن جنگ بہت کم ہوتی ہے۔

اس کے بعد کیفیت نماز میں نقصان کی تلافی کے لئے خدا کی مسلسل یاد کے لئے ایک حکم آیا ہے کہ "فاذا قضیتم الصلاۃ فاذکروا اللہ قیماً و قعوداً و علی جنوبکم"[۲۰]؛ پس جس وقت نماز خوف پڑھ چکو خدا کو قیام و قعود کی حالت میں اور اپنے پہلوؤں کے بل یاد کرو، کہ کیفیت نماز میں جو کمی ہوئی ہے اس کی تلافی ہو سکے؛ کیوں کہ خوف کے ماحول میں نماز پڑھنے سے کمی کیفیت نماز میں کمی واقع ہوئی تھی: "فاذا اطماننتم فاقیموا الصلاۃ[۲۱]"۔

۲۰۔ ۴: ۱۰۳۔
۲۱۔ ۴: ۱۰۳۔

"پس جب آرام و سکون مل جائے نماز کو ۔کسی کمی کے بغیر ۔ انجام دو"۔ کہ تمام شرائط کو بخوبی انجام دو اور خوف کے بعد یہ اطمینان صرف ترس و وحشت کے بعد آرام و سکون ہے اور بس۔

اور اس سوال کے جواب میں کہ دوسرے وقت میں کامل نماز کیوں نہ پڑھیں اور کامل نماز کو دوسرے وقت پر موکول کریں۔ اور یہاں پر کیفیت نماز میں کمی کریں۔ ارشاد ہوتا ہے: "ان الصلاۃ کانت علی المومنین کتاباً موقوتاً[۲۲]" بے شک نماز مومنین پر معین وقت میں مکتوب یعنی واجب ہے، کہ اپنے وقت میں انجام پائے پس اگر نماز کے وقت معین میں ہجوم دشمن وغیرہ کے سبب خوف میں مبتلا ہو جاؤ صرف بقدر رفع ضرر اور خطر تمہاری نماز میں بلحاظ کیفیت کمی ہوگی کہ یہ کمی صرف بر حسب ضرورت اور کوف و خطر ہے۔

لہذا اطمینان کی حالت میں جب کوئی خطرہ نہ ہو خواہ سفر میں خواہ حضر میں بلا چوں چرا نماز تمام اجزاء و شرائط و کمیات و کیفیات کے ساتھ انجام دی جائے۔

مذکورہ بالا مطالب حالت "عسر" و ضرر کے درمیان تھے لیکن "حرج" کی صورت کہ طاقت فرسائی عمل سے عبارت ہے وجوب و جواز میں بدل جاتا ہے کہ اس حالت میں "فمن تطوع خیراً فھو خیر لہ[۲۳]" کے قاعدہ کے مطابق طاقت فرسا ہونے کے باوجود کسی بھی عمل کا انجام دینا بہتر ہے۔

خلاصہ آیت (ان تقصروا من الصلاۃ) بشرط (ان خفتم) نازل ہوئی ہے جو صرف کیفیت نماز میں قصر کو شامل ہے اگر چہ موجودہ وقت میں کہ ۔ تن بہ تن جنگ کا خوف نہیں ہے۔ نماز کی کیفیت میں کمی کا امکان بہت کم ہے۔ خلاصہ آیت (فاذا اطماننتم) نماز کی کیفی واجبات کی

۲۲۔ ۴: ۱۰۳۔
۲۳۔ ۲: ۱۸۴۔

انجام دہی کو قصر سے اتمام کی طرف موڑتی ہے اور اب کوئی علت یا حکمت جو نماز کو مختصر کرے اور اس کی کیفیت میں کمی کا باعث ہو موجود نہیں ہے۔

اور بالفرض اگر ”ضربتم فی الارض“ سفر کے معنی میں ہو کل سفر کو اور ”الصلاۃ“ تمام نمازہائے پنجگانہ کو شامل ہے بنا بر ایں اس کو پانچ نمازوں سے تین نمازوں سے مختص کرنا ہے اور سفر کو چار فرسخ یا ایک روز کی مسافت سے مختص کرنا بے مورد اور بے جا ہے۔

اور خوف کی صورت میں بھی ہرگز رکعات نماز میں کمی اس کا علاج نہیں ہے؛ کیوں کہ کبھی کبھی تھوڑا سا توقف بھی جان لیوا ہوتا ہے۔

البتہ عدد رکعات میں کمی خوف زائل کرنے میں بالکل مؤثر نہیں ہے، کہ اگر چند لحظہ بھی کسی ڈراونی جگہ توقف کرو اس طرح خوف میں گھرے ہوئے ہو، لیکن اگر فوراً نماز کی جگہ ترک کر دو اور نماز کیفیت قیام سے صرف نظر کرو خطرہ ٹل جائے گا۔

اگر چہ نماز گذار خوفناک جگہ سے حرکت اور فرار کی حالت میں چالیس رکعت نماز بھی پڑھ سکتا ہے کیوں کہ خوف سے تعداد رکعات نماز کو کئی نقصان نہیں پہونچتا ہے۔

اس صورت میں کس طرح قابل قبول ہے کہ وطن سے چند کیلو میٹر دور ہو کر چار رکعتی واجب نماز نصف کی جائے کہ اگر یہ کام نہ کیا جائے تو نماز باطل اور حرام ہے!

جبکہ صرف سفر میں نہ عسر ہے نہ کائی حرج، کہ اگر خطرہ اور ضرر ہو بھی تو رکعات نماز میں کمی کر کے خطرہ کو ٹالا نہیں جا سکتا ۔ بلکہ مذکورہ آیت اور دوسری آیت کے مطابق صرف کیفیت نماز میں کمی کی جائے گی: (حفظوا علی الصلاۃ والصلاۃ الوسطی و قموا للہ

قانتین؛ فان خفتم فرجالاً او رکباناً فاذا امنتم فاذکروا اللہ کما علمکم ما لم تکونوا تعلمون)[۲۴]۔

”نمازوں کی (مکمل طریقہ سے) حفاظت کرو ۔ خصوصاً ۔ نماز وسطی[۲۵] (درمیانی) اور خدا کے لئے (نماز میں) خاشعانہ قیام کرو پس اگر ڈرتے ہو (کہ تکمیل نماز کی صورت میں تماہری جان، دین، عقل، عرض یا مال کو نقصان پہونچے) پیادہ یا سوار (نماز کی محافظت کرو)، اور جب محفوظ ہو جاؤ اور اطمینان حاصل ہو جائے خدا کو یاد کرو جیسا کہ تم کو تعلیم دی جن باتوں کو تم نہیں جانتے تھے“۔

یہاں پر مقصود نماز کو کامل انجام دینا ہے کہ اس کو کھڑے ہو کر تمام اجزاء و شرائط کی رعایت کے ساتھ قیام، رکوع، سجود اور تشہد میں کامل انجام دو ۔

آیت نساء میں ”ان خفتم “ ”و ان تقصروا من الصلاۃ“ کی شرط اصلی ہے کہ تنہا جنگ میں لیکن آیت بقر ہ میں خوف جانی سے ممانعت کے لئے خواہ سفر میں ہو خواہ حضر میں کیفیت صلاۃ میں کمی کرو[۲۶]۔

(فان خفتم)، مطلق خوف جان، دین، عقل، عرض اور مال کے علاوہ کو بھی شامل ہے کہ اہم کو انجام دینے کے لئے مہم سے صرف نظر ہو اور نوامیس پنجگانہ کی حفاظت کے لئے کیفیت نماز میں تھوڑی سی کمی ہوگی کہ یہ خود دونوں واجب کے درمیان جمع کی صورت ہے۔

۲۴۔ ۲: ۲۳۹۔

۲۵۔ ”الصلاۃ الوسطی“ میں چونکہ لفظ الصلاۃ اور الوسطی دونوں ہی مفرد ہیں، بنا بر ایں قدر مسلم صلاۃ وسطائے (نماز درمیانی) مطلق مراد ہے کہ نماز صبح ہے ۔ اس طرح آیت ”اقم الصلاۃ لدلوک الشمسالی غسق اللیل و قرءان الفجر ان قرءان الفجر کان مشہوداً“۱۷: ۷۸؛ کہ یہاں پر ”قرءان الفجر“ نماز ظہرین اور عشائین کے بعد صراحت کے ساتھ نماز صبح کے معنی میں ہے؛ اس کے بعد "ال" (الف و لام جنس)"الصلاۃ" اور "الوسطی" دونوں لفظوں میں نمازہائے وسطائے غیر مطلق نماز ظہر و نماز جمعہ کو بھی شامل ہے، بنا بر ایں نماز درمیانی مطلق کہ رات اور دن کے درمیان واقع ہوئی ہے نماز صبح ہے اور نماز درمیانی غیر مطلق کہ روزانہ دو نمازوں کے درمیان واقع ہے نماز ظہر ہے اور اس طرح نماز دو معانی غیر مطلق کہ ہفتوں کے درمیان واع ہوئی ہے نماز جمعہ ہے۔

۲۶۔ اس آیت کی فقہی تفسیر رسالہ توضیح المسائل نوین اور کتاب ترجمان قرآن میں بالتفصیل آئی ہے۔

اور جس سفر میں کہ نہ دشمن کا نہ کوئی خوف ہے نہ کوئی کطرہ اور حرج ہے ضروری ہے کہ قصر نماز پڑھیں؟ کہ دو رکعت نماز ترک کریں اور بزرگ ترین واجبات (نماز) کے خوبصورت پیکر کو نصف کر دیں جبکہ نہ صرف یہ کہ نماز سے اہم اور واجب تر کوئی مانع موجود نہیں ہے، بلکہ سفر کسی صورت بھی کسی غیر واجب عمل کے واجب کرنے یا کسی غیر حرام عمل کے حرام کرنے کا سبب نہیں ہے اور اگر کوئی حرج ہو بھی تو صرف وجوب کیفیت نماز زائل ہوگی اور استحباب مؤکد اس طرح باقی ہے۔

ہمیں واجبات جمعی اور فردی کے درمیان خواہ عینی ہو یا کفائی ہرگز کوئی واجب نہیں ملتا کہ اس سے اوجب کی رعایت کے بغیر یا اس کے برابر واجب کی رعایت کے بغیر وجوب سے ر جائے اور ساقط ہو جائے، کجا یہ کہ حرام ہو جائے اور اتمام نماز اور انجام روزہ کسی علت اور وجہ کے بغیر مورد تحدید قرار پائے۔

پس کیا نماز ۔ جو عمود دین اور ستون یقین ہے۔ اور یہاں تک کفار سے رسول اللہ کی جنگ کے وقت جماعت کے ساتھ اس کے پڑھنے اور برپا کرنے کا حکم ہوا ہے اور ان سخت شرائط میں اس کا وجوب جماعتی استحباب میں تبدیل نہیں ہوا، سفر کے لئے کہ کبھی کبھی وطن سے بھی زیادہ راحت و آرام کا باعث ہے۔ مثلاً تیران سے مشہد کا ہوائی جہاز کے ذریعہ ایک راحت و آرام سفر ہے۔ اس کی بنیاد سست ہو جائے اور قصر ہو جائے؟ اور نہ تنہا پوری نماز وجوب سے ساقط ہو جائے کہ حرام بھی ہو جائے اور مورد تحدید بھی واقع ہو جائے تاکہ بعض لوگ بعنوان روایت ظاہر کریں کہ خدا کی بخشش کو رد کرتے ہو؟ جبکہ پہلے تو چار رکعتی نمازوں میں دو رکعت نماز کی بخشش اور معافی پر کعئی قطعی دلیل موجود نہیں ہے، دوسری عبارت میں کسی بھی قسم کی بخشش و معافی ۔ کسی وجہ کے بغیر بالخصوص حالت عسر و حرج کے علاوہ ۔ خدا کی

بندگی سے چشم پوشی ہے! ورنہ کل نماز کی بخشش بھی صحیح ہونی چاہئے۔

قرآن میں جو اسلام کی اصلی بنیاد اور ستون ہے اس خلاف عقل معنی کے طرف بالکل بھی کوئی اشارہ نہیں ہے کہ کوئی واجب کسی بھی حکمت اور علت کے بغیر ۔ مانند روزہ۔ ساقط ہو جائے یا مانند نماز ۔ قصر ہو جائے!

رہی بات ”تاویل“ کی تو وہ خدا وند عالم سے مخصوص ہے اور بعض تاویلات کو رسول اللہ پر وحی کے ذریعہ یا ائمہ معصومین کو الہام کے ذریعہ القاء فرمایا ہے، اس کی اس طرح کی موارد میں کوئی گنجائش نہیں ہے ، کیوں کہ اس کے معنی کسی حکم کو توسیع دینا ہے کہ قرآن میں اس کے کچھ نمونہ ذکر ہیں، اور حکم کے ماخذ کو معصوم وحی یا الہام کے ذریعہ جانتا ہے، کیوں کہ الحاقی مورد کو یا منصوص مورد کے برابر یا کم سے کم اس کے نزدیک ہونا چاہئے اور صرف سفر کہ ہرگز روزہ داری اور اتمام نماز کے لئے کوئی ضرر اور کوئی خطرہ نہیں ہے کسی بھی صورت خوف و خطر سے ملحق کرنے کے قابل نہیں ہے تاکہ عادی حالت اور کبھی کبھی وطن سے آرام دہ حالت کو خوف و خطر کے موارد سے ملحق کریں۔

سفر کہ نماز اور روزہ کو مطلق طور پر خطرات میں قصر نماز کے مورد سے اور مرض میں افطار روزہ کے مورد سے ملحق کرنا ایسا ہی ہے جیسے صفر کو ہزار سے ملحق کرنا، کہ اگر خوف و ضرر ہو نماز قصر ہو اور روزہ ممنوع ہو جائے، اور اگر کوئی خوف و ضرر نہ ہو صرف ۸ فرسخ اور ایک روزہ سے کوئی عمل قصر ہو جائے، اگر چہ اتمام نماز اور انجام روزہ اس کے وطن میں بجا لانے سے کہیں زیادہ آرام دہ اور دلپذیر ہو۔

حالانکہ نص قرآن کی رو سے کسی بھی عمل خیر کا زحمت و حرج کے ساتھ انجام دینا مستحب ہے اور حرام نہیں ہے، پس کیوں فتوی دیتے ہیں کہ ایسے سفر میں جس میں کوئی حرج اور زحمت نہیں ہے نماز کامل پڑھنا حرام ہے؟ اور کیوں معین سفر میں حرج کے بغیر روزہ رکھنے کو حرام جانتے ہیں؟

خلاصہ کلام اگر معمولی تکلیف کہ معمولاً سفر میں ہوتی ہے موجب قصر و افطار ہوتی قرآن کہ ”بیان للناس“ ہے اس کا حکم بیان کرتا تاکہ اس سے زیادہ تکلیف کا حکم بوضوح سمجھ میں آتا؛ نہ یہ کہ تنہا ”ان خفتم“ یا ”عسر“ وہ بھی جان کا خوف یا اس کے مانند قرآن میں قصر و افطار کے عنوان سے ”حصر“ کے ساتھ پیش ہوتااور پھر دوسرے موارد بھی جو خوف و خطر اور تکالیف و زحمات سے بالکل عاری ہیں یہاں تک کہ مسافر کے لئے آرام دہ ہیں کسی دلیل کے بغیر اس سے ملحق کئے جائیں!

جبکہ ہم مشاہدہ کرتے ہیں کہ قرآن میں حالت سفر میں جواز یا وجوب قصر نماز کی طرف بالکل کوئی اشارہ نہیں ہوا؟ بلکہ دو نصوص قرآنی میں قصر بلا خوف کی اور ایک نص قرآنی میں افطار بلا عسر کی بالکل سے نفی کی ہے ۔

لیکن فی الوقت کہ قصر و افطار کے بارے میں حکم قرآن خوف و عسر میں حصر کی صورت میں نازل ہوا ہے، روایت کا نص قرآن کے مقابلہ میں کیا رول ہو سکتا ہے بالخصوص جبکہ روایات میں بھی تضاد ہے۔

مثلاً ایک روایت کہ[۲۷] ”فلیس علیکم جناح“ ہنگام جنگ قصر نماز کو (جناح) کے معنی میں (من یعظم شعائر اللہ)[۲۸] کے ساتھ، وجوب رکنی و

۲۷۔ جامع احادیث الشیعہ، ج۸، ص۲۰، در سہ روایت۔
۲۸۔ ۲۲: ۳۲۔

شعائری سعی ثابت ہے، اور لا جناح ، سعی میں گناہ کو ۔ مشرکین کے ذریعہ بتوں کے عمرۃ القضاء میں صفا و مروہ کے درمیان واپس لانے کے وقت ۔ برطرف کرتا ہے، اور کیا ”سفر“ ”شعائر اللہ“ سے ہے کہ پہلے واجب ہو اور دوسرے تکمیل نماز سے زیادہ اہم ہو تاکہ کسی علت و حکمت کے بغیر اس کو قصر میں مبتلا کرے، جبکہ (ان خفتم)بقرہ اور نساء دونوں سوروں کی آیتوں میں خود گواہ ہے کہ قصر نماز میں حکم الہی مورد ترس و خوف میں منحصر ہے کیوں کہ اس کے مقابل آرام و اطمینان ہے اور بس، اور صرف نماز اور روزہ جو اسلام کے واجبات فرعی میں نمایاں ہیں بلکہ بہت چھوٹے چھوٹے واجبات بھی جبکہ اپنے سے اہم واجب سے نہ ٹکرائیں ساقط نہیں ہوتے ہیں، مگر اس صورت میں کہ دونوں کو واجب مہم میں کمی کے ساتھ بجا لانا ممکن نہ ہو۔

لہذا یہ کون سی اسلامی ضرورت ہے کہ نماز سفر میں قصر ہو اور روزہ ترک ہو جبکہ نص قرآن کی رو سے اگر کرہ زمین کے گرد پیدل بھی سفر کریں تو بجز ضرورت بالکل نماز قصر نہ ہوگی۔

اگر چہ اس روزہ کا حکم جو موجب عسر و حرج ہو افطار ہے لیکن عدد نماز رکعات کے لئے سفر میں بالکل عسر یا حرج متصور نہیں ہے مگر یہ کہ زیاں بار اور عسر آور جنگ ہو کہ بعنوان نمونہ دشمن کا خوف، وہ بھی ہنگام جنگ نماز جماعتی میں اسلام کی قوتوں کی حفاظت کے لئے نماز قصر ہوتی ہے کہ صرف نماز جماعت اور نماز فرادی میں کیفیت نماز میں کمی ہوگی نہ تعداد رکعات نماز میں۔

اور آپ ملاحظہ کر رہے ہیں کہ قرآن میں مطلق سفر میں قصر نماز کی طرف بالکل کوئی اشارہ نہیں ہے کیوں کہ آیت بقرہ نماز خوف کے

بارے میں بطور مطلق ہے اور آیہ نساء بھی جو جنگ کے بارے میں نازل ہوئی ہے اس میں بھی سفر کی کوئی قید نہیں ہے[۲۹]۔

ہم دو مذکورہ آیتوں سے اس حکم کو سمجھتے ہیں کہ صرف خوف کی صورت میں کیفیت نماز میں کمی واقع ہوگی نہ تعداد رکعات میں اور اگر بالفرض سفر تعداد رکعات میں کمی کا موجب ہوتا تو کیوں چار رکعتی نماز نصف ہو جاتی ہےلیکن نماز مغرب میں بالکل کوئی کمی نہیں ہوتی کیا نماز مغرب نماز ظہر سے (نماز وسطائے روز) سے برتر ہے۔

۲۹۔ البتہ جنگ میں بھی منحصر بہ فرد خوف نہیں ہے ، بلکہ خوف کے موارد موضوع قصر ہیں، اس معنی میں کہ جنگ خوف کے لئے کوئی موضوعیت نہیں رکھتی ہے کیوں کہ قصر کی وجہ صرف خوف ہے مثلاً یہ کہیں: حسن پر ظلم نہ کرو، یہاں پر مصداق نفی ظلم حسن ہے لیکن ظلم کلیت رکھتا ہے اور چونکہ جنگ بھی خوف آور ہے مصداق قصر ہے کہ اس صورت کے علاوہ اگر جنگ میں بھی خوف نہ ہو نماز قصر نہ ہوگی، جیسا کہ قرآن میں "ان خفتم" کے مطابق قصر کی شرط صرف خوف ہے اور جنگ طرف خوف ہے نہ شرط خوف؛ بنا بر ایں خوف تنہا شرط قصر ہے۔

”بحث روائی“

احادیث کو قرآن منطبق (عرض) کرنے کے بارے میں جو حضرات اہل بیت نبوت نے تاکیدی حکم دیا ہے اس حکم کا امتثال

روایات بھی قصر نماز کے حوالہ سے چند طرح کی ہیں جن کی تحقیق اسلام کی دلیل اول قرآن کے محور پر ہونی چاہئے؛ مثلاً بعض روایت میں صرف خوف[۳۰] کو کیفیت نماز کی تغیہیر کا موجب جانا ہے، کہ روایات کا یہ گروہ موافق قرآن اور مقبول و پسندیدہ ہے۔

اور روایت ”سمی رسول اللہ قوماً صاموا حین افطر و قصر عصاۃ ...“ کہ پیغمبر نے روزہ داروں کو جب حضرت نے افطار اور قصر کیا گناہ گار کہا ہے، اس مورد میں ہے کہ مطابق نص آیت نساء نماز کو جنگ میں جماعت کے ساتھ برپا کیا تھا نہ ہر سفر میں ، بلکہ آیت نساء کی رو سے کیفیت نماز پیغمبر میں قصر اور افطار روزہ صرف خطرہ یا ضرر کے وقت تا اور اس میں سفر یا حضر کی کوئی قید نہ تھی۔

اور روایات[۳۱] ”لا یزال المستفر“ کہ ”قصر“ نماز کو تمام مسافروں کے لئے واجب جانا ہے، طبعاً ایک معین سفر مد نظر ہے کہ ۸ فرسخ یا ایک دن کی مسافت ہے یا وہی سفر جنگ ہے، خلاصہ کیفیت نماز میں قصر ضرورت کی صورت میں ہے۔

اور جن روایات نے مسافروں کے لئے چار رکعتی نمازوں کو دو رکعت اور دوسروں کے لئے چار رکعت مقرر کیا ہے دو آیت قصر کے بر خلاف ہے کہ دونوں مدنی ہیں ، نیز ان روایات کے مخالف ہیں جن میں واجب نمازوں کو آغاز اسلام سے ۱۷ رکعت مقرر فرمایا ہے۔

۳۰۔ وسائل الشیعہ، ابواب صلاۃ الخوف۔
۳۱۔ جامع احادیث الشیعہ، ح ۵۹۵۳۔

اور روایات[۳۲] ”ان اللہ عز و جل تصدق علی مرضی امبتی و مسافریہا بالتقصیر و الافطار“ کہ تقصیر و افطار دونوں کو بیماروں اور نسافروں کے لئے یکساں طور پر مقرر فرمایا ہے، ضرورت اسلامی کے بر خلاف ہے، کیوں کہ اگر مسافر نماز کو قصر کرے بیمار ہرگز ایسا نہیں ہے، مگر یہ کہ اس سے مراد سفر میں نا امنی کے وقت اور بیماری میں بطور مطلق کیفیت نماز میں قصر مراد ہے ۔

اور جن روایات[۳۳] نے خود پیغمبر کی جانب سے چار رکعتی نمازوں میں دوسری دو رکعتوں میں دو رکعت کا اضاف جانا ہے وظیفہ رسالت کے بر خلاف ہے کہ آنحضرت رسول تھے نہ رسالت و ربوبیت کا مجموعہ؛ کیوں کہ آیت ”ولا یشرک فی حکمہ احداً“[۳٤] خدا اپنے حکم تکوینی و تشریعی۔ میں کسی کو شریک نہیں کرتا۔

خلاصہ کلام اگر قصر نماز اور افطار روزہ کی روایات خطرہ کے بغیر سفر سے مختص ہوں اور کسی قسم کی توجیہ بھی قبول نہ کریں چونکہ ضرورت قرآنی کے بر خلاف ہے ہرگز قابل قبول نہیں ہے۔

اور اگر بالفرض ہم بھی قصر نماز اور افطار روزہ کی روایت پر نص قرآن کے بر خلاف عمل کریں۔ عمل کریں۔ صرف (مسیرۃ یوم---) ”ایک دن کی مسافت “ میزان ہے کہ آج معمولی وسائل نقلیہ سے ہزار کیلو میٹر سے زیادہ اور ہوائی جہاز سے تقریباً بیس ہزار یا اس سے زیادہ ہے۔

کیوں کہ ان روایات کی تحقیق کرنے سے جو ۸ فرسخ کو معیار قصر قرار دیتی ہیں اور دوسری روایات جو ایک دن کی مسافت کو معیار قرار دیتی ہیں اس نتیجہ پر پہونچتے ہیں کہ گذشتہ میں یہ رو زمانی اور مسافتی انداز سے برابر تھے۔

۳۲۔ جامع احادیث الشیعہ، ح ۵۹۵۵۔
۳۳۔ جامع احادیث الشیعہ، ح ۵۹٦٤۔
۳٤۔ ۱۸: ۲٦۔

لیکن آج کہ ایک دن کی مسافت اور راہ تقریباً ۸ فرسخ کے دو سو گنا ہے ان دونوں میزان کی برابری قصر و افطار ہرگز قابل قبول نہیں ہے، کیوں کہ یا ۸ فرسخ اصلی میزان ہے اور ایک روز راہ فرعی ہے یا یہ کہ قضیہ بالعکس ہے،

البتہ بہت ساری روایات میں صرف ایک دن کی راہ کو قصر کا معیار اصلی جانا ہے یعنی اگر مسافر نے ۸ فرسخ سفر کیا ایک روز راہ طے کی ہے اور ایسا ہرگز نہیں ہے کہ ایک روز راہ طے کرے ۸ فرسخ راستہ طے کیا ہے اور بعض روایات میں بھی یہ نکتہ تصریح ہوا ہے کہ: (انما جعل مسیرة یوم ثمانیة فراسخا لان ثمانیة فراسخا هو سیر الجمال والقوافل و هو الغالب علی المسیر و هو اعظم المسیر الذی یسیره الجمالون و المکاریون)[۳۵] یعنی ایک دن کی راہ اغلب وسائل سفر سے معیار قصر ہے اور آج ایک دن کی راہ عادی سواریوں سے ہزار کیلو میٹر سے زیادہ ہے۔

اگر چہ سفر کے نوعی مسائل بیشتر ہونے میں بھی کلام ہے کہ جس کا ذکر تفصیل کے ساتھ کتاب تبصرة الفقہاء کے باب نماز مسافر میں ہوا ہے اور اس کا خلاصہ یہ ہے کہ فردی عبادت جیسے نماز اپنے عذر میں بالکل لوگوں کی تابع نہیں ہے اور اگر ایک دن کی راہ ۔ بطور مطلق یا بشرط خوف۔ مجوب قصر ہو یہ شخصی امر بالکل افراد معاشرہ کی اکثریت کے تابع نہیں ہے، جیسے کہ بیماروں کی اکثریت کی بیماری روزے کو صرف ان پر حرام کرتی ہے نہ سب پر۔

لیکن اس وقت آج کے ۸ فرسخ کے سفر میں قصر نماز قرآن اور ان روایات کے بر خلاف ہے جو ایک دن کی راہ کو قصر و افطار کے میزان قرار دیتی ہیں، اگر چہ آخری معیار پر قابل قبول نہیں ہیں۔

۳۵۔ وسائل الشیعہ، ابواب صلاة المسافر، باب ۱، ح۲، رواہ فی العلل و عیون الاخبار عن الامام الرضا علیہ السلام۔

ہم نے کتاب ”نماز مسافر با وسائل امروزی“[۳۶] میں مشروح طریقہ سے بیشترین وسائل مسافرت سے ایک دن کی راہ کے میزان ہونے کو بیان کیا ہے، اس کے بعد ”تبصرة الفقہاء“ اور ”رسالہ توضیح المسائل نوین“ میں مزید روشنی ڈالی ہے کہ خطرات اور ضرر کے بغیر سفر بالکل سے قصر و افطار کے دائرہ سے باہر ہے۔

اور یہاں پر بھی قصر و افطار سے متعلق دو آیتوں میں مزید تدبر کر کے اس مبنی کو مزید مستحکم کیا ہے، خلاصہ روایات اور فقہاء کے نظریات جس قدر بھی چشم گیر ہوں قرآن کے مقابلہ میں ان کا کوئی رول نہیں ہے مگر یہ کہ ان کو قرآن سے رد یا معنی کریں۔

خلاصہ آج تمام کرہ زمین میں اور دوسری جگہ کسی بھی سفر میں کیفیت نماز میں قصر ۔ کجا کمیت۔ نیز افطار روزہ کا وجود نہیں ہے، مگر ضرورت اور اولویت کے سبب افطار روزہ ہو اور صرف کیفیت نماز میں قصر ہو اور بس۔

اب ہم ایک مختصر اور مکرر بیان میں تصریح کر رہے ہیں کہ شرط ”ان خفتم“ قصر نماز میں اور عسر افطار روزہ میں کسی قیمت پر قابل محو و الحاق نہیں ہے کہ اس کا محو کرنا نص قرآن کے بر خلاف اور الحاق بھی نا چیز کو چیز سے ملحق کرنا ہے اور اسی طرح کتاب و سنت کی رو سے ہمیشہ اہم مہم پر مقدم ہے[۳۷] کجا یہ کہ بالکل کوئی مہم ہی نہ ہوں۔

۳۶۔ کتاب مذکور بعض مراجع شیعہ جیسے آیۃ اللہ خمینی، آیۃ اللہ خوئی، آیۃ اللہ حکیم، آیۃ اللہ شاہرودی کو پچاس و اور ساٹھ کی دہایوں میں بھیجی گئی اور اس کی رد میں کوئی جواب دریافت نہیں ہوا اور اسی طرح کتاب "الفقہاء بین الکتاب و السنۃ" جو ایک سو متروک قرآنی احکام فقہی پر با انضمام حکم نماز و روزہ مسافر پر مشتمل ہے نقد و تبصرہ کی درخواست کے ساتھ اسی کے عشرہ کے اوائل میں ۱۳۷۳ ھ ش میں ایک سو بیس سع زیادہ علماء اسلام کو بھیجی گئی اور اب تک سات برس ہو چکے ہیں اور سب کی طرف سے سکوت ہے۔

۳۷۔ عقل مطلق بھی اس تقدم کو بالوضوح قبول کرتی ہے، البتہ ہمارے استاد یہاں پر صرف اس مناسبت سے کہ عقل صرف کتاب و سنت سے دریافت احکام کا وسیلہ یعنی کاشف حکم الہی ہے نہ یہ کہ دو دلیل انحصاری کتاب و سنت کے مقابلہ میں کوئی استقلال رکھتی ہے اور جن لوگوں نے عقل کو اجماع کے ساتھ دو دلیل مشرع کے عنوان سے کتاب و سنت کی ردیف میں جعل کیا ہے افسوس کا مقام ہے کہ شارع مقدس کے لئے عملی

کیوں کہ بے خطر سفر یا بلا زحمت و حرج کے سفر تکمیل نماز اور انجام روزہ کے بالکل معارض نہیں ہے کہ اہم اور ہم کا مسئلہ در پیش ہو، خلاصہ قرآن نے قصر و افطار کے لئے مطلق سفر کی موضوعیت کی طرف کوئی اشارہ نہیں کیا ہے بلکہ خوف یا ضرر میں قصر و افطار کے انحصار کی تصریح کی ہے، جبکہ اگر مذکورہ موازین کے بر خلاف خود سفر بھی کوئی موضوعیت رکھتا، لازم تھا مکرراً یا کم سے کم ایک بار ذکر ہو، تاکہ احکام شرعی کے درمیان استثنائی طریقہ سے اپنی جگہ بنائے!

اور اگر باب روزہ میں سفر کا ذکر ہوا ہے زمانہ نزول آیت کے مسافروں کے لئے "عسر" کی موضوعیت کے تہت ہے جیسا کہ خدا وند عالم فرماتا ہے"یرید الله بکم الیسر و لا یرید بکم العسر"[۳۸]؛ "خدا تمہاری نسبت (تکلیف) آسان چاہتا ہے اور تمہاری نسبت (تکلیف) سخت و دشوار نہیں چاہتا ہے"۔ جیسا کہ یہی سفر باب وضو میں (فلم تجدوا ماءً)[۳۹] کے مصادیق سے ہے کہ اس سے مقصود ثابت مسافرتوں میں پانی کا نہ ہونا ہے، جیسا کہ مریض کے لئے وضو و غسل میں استعمال آب کی ناتوانی کی وجہ سے تیمم تشریع ہوا ہے۔

اور جس طرح کہ موضوع "کر" میں روایات وزن و مساحت کے لحاظ سے متضاد ہیں، اور اس کا حکم یہ ہے کہ "کر" وہ کثیر پانی ہے کہ جو عادی نجاستوں سے تغییر ناپذیر ہے۔

سفر کے باب میں دیکھتے ہیں کہ نہ صرف روایات شیعہ و سنی ایک دوسرے کے مقابل میں ہیں بلکہ روایات شیعہ میں بھی تضاد پایا جاتا

طور پر شریک کے قائل ہوئے ہیں اور انہیں توبہ لرنی چاہئے کیوں کہ قرآن فرماتا ہے: "ولا یشرک فی حکمہ احداً" ۱۸:۲٦ "اور خدا اپنے حکم تکوینی اور تشریعی میں کسی کو شریک قرار نہیں دیتا ہے" (البتہ عقل و اجماع جو مخالف قرآن نہیں ہے کتاب و سنت سے کاشف حکم الہی ہے)۔

۳۸۔ ۲: ۱۸۵۔

۳۹۔ ۵: ٦۔

ہے، جیسا کہ اختلاف مسافت چار، دس اور بارہ فرسخ کے درمیان بالکل واضح ہے۔

اور روایات میں اختلاف زمانی سفر بھی، ایک روز راہ، ایک شبانہ روز، دو شبانہ روز اور تین روز راہ ہے اور زحمت سفر کے لحاظ سے بھی (و یلہم و ای سفر اشد منہ)[٤٠]؛ صحیحہ فضلاء سہ گانہ میں تقصیر نماز کے بارے میں سر زمین منی میں آیا ہے کہ مشقت و سختی کو میدان قصر مقرر کیا ہے اور یہ خود تکمیل کیفیت نماز میں زیاں بار مشقت ہے نہ تعداد رکعات میں۔

خلاصہ سفر میں قصر نماز و روزہ کے باب میں مختلف فتاوی اس صورت میں موجود ہیں کہ: نماز مسافر میں بالکل کوئی قصر نہیں ہے[٤١]، ہر سفر میں ۔ جس قدر بھی کم ہو ۔ نماز قصر ہے[٤٢]نیز ایک فرسخ[٤٣]، آٹھ فرسخ[٤٤]، بارہ فرسخ، دو دن کہ بارہ فرسخ ہے اور ایک دن راہ[٤٥]میں قصر نماز کی بات ہے۔

لیکن بالآخر اس تضاد کو ۔ جو ایک روایات کے درمیان ہے اور دوسری طرف اقوال کے درمیان ہے۔ اسلام کے اصلی معیار قرآن کے محور پر حل ہونا چاہئے جس کا نتیجہ خطرات اور ضرر میں قصر کا کیفیت نماز اور افطار روزہ میں منحسر ہونا ہے کہ بقدر رفع خطر اور ضرر کیفیت نماز قصر کی صورت ہوگی اور روزہ بھی بالکل سے ترک ہوگا ۔

٤٠۔ وسائل الشیعہ، ابواب الصلاۃ المسافر، باب ٣، ج١۔ عن معاویہ بن عمار انہ قال لابی عبد اللہ علیہ السلام "ان اہل مکۃ یتمون الصلاۃ بعرفات، فقال: و یلہم او یحہم ای سفر اشد منہ لا، لا تتیم"۔

٤١۔ جیسا کہ محمد بن حسن سے منقول ہے اور ہمارا بھی یہی نظریہ ہے۔

٤٢۔ دحیئہ کلبی سے ہے۔

٤٣۔ بعض سنی مذہب علماء۔

٤٤۔ اکثریت فقہاء شیعہ کی رائ معمولی ہے۔

٤٥۔ یہ نظریہ، سید نور الدین صاحب مدارک، شہید اول صاحب وسیلہ اور چند دوسرے علماء شیعہ کا فتوی ہے؛ خلاصہ حکم نماز مسافر میں فقہاء سنی کے درمیان بیس مختلف نظریات اور شیعہ کے درمیان چند فتوی ہیں۔

یہ حکم مسلمانوں کے درمیان ضروری ہے کہ اس طرح مبانی کتاب و سنت کے بر خلاف ہے، کجا احکام غیر ضروری کواہ مشہور یا اجتماعی، کہ اگر کتاب اور سنت قطعیہ سے کوئی دلیل نہ ہو یا ان کے بر خلاف ہو دونوں صورت میں اسلامی نقطہ نگاہ سے مردود اور نا قابل قبول ہے۔

***

اب علماء شیعہ کے کچھ نظریات ذکر کئے جاتے ہیں جس سے نماز مسافر کے حکم میں تفاوت اور اختلاف کا خود نادازہ ہوتا ہے، ملاحظہ فرمائیں!

۱۔ اگر مسافر وقت نماز کے ضمن میں سفر کرے تو اس کو چاہئے کہ پوری نماز پڑحے اور یہ نظریہ متاخرین کے درمیان مشہور ہے[٤٦]۔

۲۔ مذکورہ بالا صورت میں بھی نماز قصر پڑھے[٤٧]۔

۳۔ اگر وقت باقی ہے پوری نماز پڑھے ورنہ قصر پڑھے[٤٨]۔

۴۔ اگر زمان اور مسافت سفر برابر ہوں کہ اس کا حکم معلوم ہے، لیکن اگر اختلاف ہو ایک روز راہ کو ترجیح حاصل ہے جیسا کہ کشف الالتباس اور ”الموجز الحاوی“ میں بھی ایسا ہی آیا ہے اور ”المدارک“ اور ”الذخیرہ“ میں قصر و اتمام کے درمیان تخییر ہے، اور المصابیح میں کہ جس کو انجام دے سکے اس کا انجام دینا واجب ہے اور اگر دونوں کو بجا لا سکتا ہے، مخیر ہے، اگر چہ اس صورت میں آٹھ فرسخ میزان کو تقدم

٤٦۔ جیسا کہ ”حسن“ سے نقل ہوا ہے اور مقنع، منتہی، مختلف، تحریر، تذکرہ، نہایۃ الاحکام، ارشاد، ایضاح، دروس، بیان، لمعہ، موجوز، مختصر، جعفریہ، جامع المقاصد، فوائد الشرائع، تعلیق النافع، ارشاد الجعفریہ، المیسیہ، الغریہ، الروضہ اور المسالک میں بھی قبول کیا ہے۔

٤٧۔ جیسا کہ علی بن حسین صدوق سے الرسالہ میں سید سے، المصباح میں اور مفید سے، ”خیرۃ الفقہ“ میں جو امام رضا سے منسوب ہے اور مبسوط، سرائر، شرائع، نافع، تبصرہ، مجمع البرہان، مدارک، الروضہ، رسالہ صاحب معالم، النجیبیہ، مفاتیح، ریاض، مصابیح اور حاشیہ مدارک میں آیا ہے۔

٤٨۔ جیسا کہ ”استبصار“، ”تہذیب“، فقیہ، مبسوط، الکامل، النہایہ میں آیا ہے۔

حاصل ہے اور شہید ثانی نے ”الروض“ میں ایک روز راہ کو منتخب کیا ہے، جیسا کہ مجمع البرہان میں بھی ذکر ہوا ہے۔

۵۔ اگر مسافرت کی مدت اس قدر طولانی ہو جائے کہ سفر صادق نہ آئے ظاہر مسافر کا حکم نہیں ہے اور ایسے میں پوری نماز پڑھے جیسا کہ شہید اول نے ”الذکری“ میں فرمایا ہے۔

قصر نماز اور افطار روزہ کے بارے میں مختصر کلام یہ ہے کہ ۔ کسی علت کے بغیر مسافت طے کرنے کے علاوہ۔ کمیت یا کیفیت نماز میں کمی کی بسا اوقات وطن م،یں رہنے سے بھی زیادہ آرام دہ ہے۔

نصوص قرآن اور موازین فقہی کے خلاف ہے اور کسی بھی معقول اور مقبول میزان سے قابل قبول نہیں ہے۔

بالآخر علماء اسلام کے درمیان تمام اختلافات کی اصلی وجہ قطعی الصدور اور متواتر فرمان پر عمل نہ کرنا ہے جو کہ احادیث کو قرآن پر پیش (عرض) کرنے کے وجوب سے عبارت ہے کہ نہایت افسوس کی بات ہے کہ حوزویوں کی اکثریت نے ”ظنی الدلالہ“[۴۹] کا قرآن پر لیبل لگا کر

۴۹۔ ایک ایسی اصطلاح ہے جو حوزہائے علمیہ میں رائج سنتی اصول فقہ میں قرآن کی طرف نسبت دی جاتی ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ ”معانی نکات قرآن کی دلالت ظن و گمان کی حد میں ہے“ نتیجہ میں معانی نکات قرآن کا علم حاصل نہیں ہوتا ہے، مگر حدیث کے بیان سے جو خود ”دور مصرح“ ہےکیوں کہ اہل بیت علیہم السلام نے احادیث کی صحت وعدم صحت کی شناخت کے لئے لوگوں کو احادیث کو قرآن پر پیش کرنے کا حکم دیا ہے ۔
اور اگر بالفرض قرآن ”قطعی الدلالہ“ نہ ہو یہ حکم ”عرض“ احادیث بر قرآن لغو اور بے فائدہ ہے اور اس صورت میں نہ قرآن نہ حدیث دونوں میں کوئی بھی حجت شرعی نہ رہ جائیں گے جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ”لا تتقف ما لیس لک بہ علم“ کی بنیاد پر احکام اسلام پر عمل حرام ہوگا حالانکہ اول خداوند عالم فرماتا ہے ”ان ہذا القرآن یہدی التی ہی اقوم“ (۱۷: ۹) بے شک یہ قرآن التواتر، محکم تر اور با ارزش تر کی ہدایت کرتا ہے، دوسرے خدا نے حکم دیا کہ قرآن کے ذریعہ صاحب عصمت بنو، جیسے کہ فرماتا ہے (و اعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا) (۳: ۱۰۳) سب کے سب خدا کی رسی کے ذریعہ ۔ اپنی کوشش سے ۔ عصمت عملی کے مالک بنو اور (آپس میں اس ریسمان الہی سے) متفرق نہ ہو۔
چونکہ عصمت عقیدتی اور عصمت علمی معصومین علیہم السلام کا حصہ ہے اور انہیں میں منحصر ہے اور یہ سمجھتے ہیں کہ آیہ کریمہ نے قرآنی عصمت علمی کا حکم دیا ہے، اب اگر قرآن کے ذریعہ علمی لحاظ سے خطا سے معصوم نہ ہو سکیں اس کا مطلب یہ ہوگا کہ معاذ اللہ خدا نے محال کا حکم دیا ہے اور یہ خود افترا اور کذب ہے جو ساحت مقدس ربوبی سے دور ہے۔
بنا بر ایں قرآن سے متمسک ہونے والے دوسروں سے بہتر اسلام کی حقیقت کو سمجھتے ہیں اور احادیث کو قراں کے سامنے رکھ کر با کمال اطمینان پیغمبر اور اہل بیت علیہم السلام کے قطعی اقوال تک رسائی حاصل

پہلے تو شریعت کے علم کے راستہ کو مسدود کر دیا اور اس کے بعد قرآن کے معنی کرنے کے لئے روایات سے توسل کو قرآن فہمی کا واحد راستہ جانا ہے جبکہ روایات کی سند اور دلالت دونوں کا ظنی ہونا بہت زیادہ ہے۔

تعجب! فصاحت و بلاغت قرآنی میں یہ کون سا اعجاز عالی ہے کہ ظنی ہے! لیکن دوسروں کی باتیں جو عقل اور روشن گری کے معیار پر ہوں قطعی ہیں! ہم نے پوری اسلامی تاریخ میں کفار اور معارضین قرآن کو بھی قرآن پر ایسی تہمت لگاتے[۵۰] نہیں دیکھا جو اپنوں نے لگائی ہے کہ ظنی الدلالہ ہے یہ بہتان "قداست قرآن" کے عنوان سے جاہل دوستوں کے ہاتھوں شائع ہوا ہے اور بیان قرآن کی کتمان حوزویوں کے ایک گروہ نے کیا ہے اور افسوس کا مقام ہے کہ اس نے اسلامی معاشرہ سے ایک ثابت رنگ اختیار کر لیا۔

چنانچہ قرآن کی بعض بہت واضح نصوص کو قبول نہیں کرتے ہیں، مثلاً آیت (حرم ذلک علی المومنین) میں زنا کار سے حرمت ازدواج کے معنی کو جواز سے تبدیل کرتے ہیں یا آیت (کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت ان ترک خیراً الوصیۃ للوالدین و علی الاقربین بالمعروف حقاً علی المتقین)میں معنائ وجوب وصیت کو استحباب سے تبدیل کرتے ہیں، یا آیت (انتم عاکفون فی المساجد) میں کل مساجد میں جواز اعتکاف کے معنی کو مساجد جامع میں منحصر کرتے ہیں البتہ ان کے ذریعہ قرآنی کتمان شدہ نصوص بہت زیادہ ہیں اور ہم نے فقہی اور استدلالی رسالہ "تبصرۃ

کرتے ہیں یہ وہی مصلحین ہیں قرآن جنکے بارے میں فرماتا ہے: والذین یمسکون بالکتاب و اقاموا الصلاۃ ان لا نضیع اجر المصلحین (۸: ۱۷) اور جو لوگ قرآن کے ذریعہ خود اور دوسروں کو خطا سے بچاتے ہیں اور نماز بر پا کرتے ہیں (مصلح ہیں) بے شک ہم مصلحین کے اجر کو ضائع نہیں کرتے ہیں۔

۵۰۔ اب تک کوئی ایسی سند نہیں ملی جس سے پتہ چلے کہ عصر پیغمبر یا اس کے بعد دوسرے ادوار کے کفار و مشرکین نے قرآن کی فصاحت و بلاغت کے مقابلہ میں قرآن پر ظنی الدلالہ ہونے کی تہمت لگانے کی جرات کی ہو! یہاں تک کی علماء اہل کتاب کے پانچ سو افراد پر مشتمل ایک گروہ نے کہ تورات و انجیل میں تحریف اور بکثرت تناقضات کا اعتراف کیا ہے اور وہ بھی تورات و انجیل کو ظنی الدلالہ نہیں مانتے ہیں مزید اطلاع کے لئے "رمز وحدت در شریعت" کی طرف رجوع کیجئے۔

الفقہاء“ اور رسالہ ”الفقہاء بین الکتاب و السنۃ“ میں پانچ سو سے زیادہ مہجور اور متروک قرآنی نصوص کا ذکر کیا ہے۔

اگر چہ قرآن نے (ہذا بیان للناس)، (قد جائکم برہان من ربکم و انزلنا الیکم نوراً مبیناً)، (تبیاناً لکل شئ)، (قرآن مبین)، (ہذا بصائر من ربکم)، (آیات بینات)، (قرآنا عربیاً غیر ذی عوج)، (ولم یجعل لہ عوجاً ۔ قیماً لینظر باسا شدیداً من لدنہ)، (القرآن ہدی للناس و بینات من الہدی و الفرقان) جیسی آیات کے ذریعہ ”ظنی الدلالہ“ کی تہمت کی اپنے ساحت قدس سے نفی کی ہے اور بیان قرآن کے کتمان کرنے والوں کو شدید الہی تہدید کا مرکز قرار دیا ہے۔

(ان الذین یکتمون ما انزلنا من البینات والہدی من بعد ما بیناہ للناس فی الکتاب اوائلک یلعنہم اللہ و یلعنہم اللاعنون) (۲: ۱۵۹)، ”بے شک جو ہمارے نازل کردہ روشن دلائل اور وسیلہ ہدیت کو چھپاتے ہیں بعد اس کے کہ ہم نے اس کو کتاب میں لوگوں کے لئے بیان کر دیا ہے خدا ان پر لعنت کرتا ہے اور سارے لعنت کرنے والے ان پر لعنت کرتے ہیں“۔

آخر میں قرآن میں پیغمبر اکرم کی شکایت پر توجہ کرتے ہوئے کہ فرمایا: (و قال الرسول یا رب ان قومی اتخذوا ہذا القرآن مہجوراً) (۳۰: ۲۵) ”اور پیغمبر نے فرمایا: پروردگارا! سچ مچ میری قوم نے اس قرآن ۔ کے الفاظ کو ۔ اس کے معنی سے جدا اور علیحدہ ۔ اخذ کیا ہے“۔ فقہاء اور اسلامی دانشوروں سے عاجزانہ التماس کرتے ہیں کہ تمام علوم اسلامی میں اسلام کی کتاب اللہ اور سنت قطعیہ رسول اللہ اور ائمہ معصومین علیہم السلام کے معیار پر پھر سے تحقیق کریں اور قرآن مبین کے ساحت اقدس کو ”ظنی الدلالہ“ کلی ناروا تہمت سے مبری جانیں اور قرآن کے روشن اور متقن بیان کو جو ”قطعی الدلالہ“ ہے تمام نظریات اور روایات متناقض اور غیر ثابت پر مقدم رکھیں، اور اس جاہلانہ اور تقدس مآبانہ عادت کا اسلامی معاشرہ سے صفایا کریں کہ: مگر دوسرے علماء نے اشتباہ کیا ہے

کہ عمداً قرآن کے بر خلاف فتوی دیا ہے! کہ تم ان کے بر خلاف فتوی دیتے ہو! کیوں کہ اجتہاد و تقلید دونوں بنیادوں پر قرآن کے بر خلاف نظریات کی پیروی اور تجلیل محکوم ہے، بالخصوص اجتہاد جو بالکل تقلید بردار نہیں ہے، کہ تم قرآن اور سنت قطعیہ کی روشنی میں اجتہادی زاویہ نظر سے کسی حکم کو سمجھو لیکن چونکہ دوسرے علماء کے نظریات کے بر خلاف ہے، حکم الہی کی پیروی کی جرات نہ کرو![۵۱]

بدترین سفاہت اور کج روی یہ توہین آمیز جرات ہے کہ بملاحظہ نظریات علماء، کتاب اللہ کے بر خلاف فتوی دو اور سچے صاحبان نظر کو کجی اور کج سلیقگی سے متہم کرو!

یقینی طور پر کسی تحمیل کے بغیر اور ہر قید و بند سے آزاد ہو کر دین کی شناخت میں یہ آزاد راستہ ہے، تاکہ دیکھیں آزاد اندیش آزاد علماء اور امت اسلام اس کے ساتھ کیا سلوک روا رکھتی ہے (لا تدری لعل اللہ یحئث بعد ذلک امراً)۔

چہار شنبہ۔ عید فطر ۱۴۱۳ھ ق۔
۱۳۷۲/۱/۴

حوزہ علمیہ قم۔ محمد صادقی تہرانی
جامعہ علوم القرآن / ٹیلیفون:
۳۲۹۳۴۴۲۵

۵۱۔ خدائے سبحان پر توکل کرتے ہوئے پانچ سو سے زیادہ فقہی فتاوے جو علمائے شیعہ سنی علمائے مشہور کے فتاوے اور نظریات کے بر خلاف ہیں دقیق تحقیق کے ساتھ استدلالی رسالہ تبصرة الفقہاء میں نیز ان میں سے بہت سارے نظریات کو رسالہ "توضیح المسائل نوین" میں قرآن و سنت سے نقل کیا ہے۔

قال امیر المومنین علیہ السلام

” و تمسک بحبل القرآن و استنضحہ و احل حلالہ و حرم حرامہ“

ریسمان قرآن سے تمسک اختیار کرو اور اس کو اپنا ناصح اور واعظ قرار دو اور اس کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام جانو (نہج البلاغہ)

***

نماز مسافر کے حوالے سے مکتوب مناظرہ

***

فقہ قرآنی اور فقہ سنتی کے درمیان مناظرہ کے شوقین افراد”مہجور قرآنی حقیقت“ کا چہرہ صاف صاف دیکھ سکتے ہیں

نماز اور روزہ مسافر کے بارے میں حضرت آیۃ اللہ ابو طالب تجلیل تبیرزی کے نتیجہ تحقیق کا متن (پہلا خط[۵۲])

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بمحضر مبارک حضرت آیۃ اللہ صادقی تہرانی

السلام علیکم و رحمۃ اللہ

لازم و ضروری جانا کہ آپ کے اپنے ۳۵/ برس پرانے دوست کی خدمت میں کتابچہ نماز مسافر کے بارے میں اپنے نتیجہ تحقیق کو پیش کروں۔

آیت قصر کے حوالہ سے =آیہ شریفہ بحسب منطوق دلالت دار فتنہ کفار کا خوف ہونے کی صورت میں سفر میں قصر نماز اور فتنہ کفار کا

۵۲۔ اس صفحہ کے بعد جو کچھ حواشی میں یا قوسین کے اندر آیا ہے خط کے اصلی متن میں نہیں ہے بلکہ الحاقی نقاط ہیں۔

خوف نہ ہونے کی صورت میں سفر میں حکم نماز کے بارے میں خاموش ہے۔ لیکن دلالت بحسب مفہوم منطوق یہ ہے کہ ذکر قید کی کوئی دوسری وجہ نہ ہو، مثلاً اگر مولا کہے اگر زید آئے اس کا احترام کرو، اس صورت میں کہ زید کی آمد کی گفتگو فی الوقت ہے دلالت نہیں کرتا کہ اگر زید نہ آئے اس کا احترام لازم نہیں ہے۔ اس طرح نزول آیت کے وقت چونکہ سفر میں فتنہ کفار کا خوف لاحق رہتا تھا۔ اس کا ذکر آیہ قصر میں دلالت نہیں کرتا کہ اگر خوف منتفی ہو تو قصر نہ کرنا چاہئے۔

اسلام میں قصر نماز کے حکم کے حوالے سے = رسول اللہ کے حکم اور اجماع مسلمین کی رو سے مطلق سفر میں قصر نماز رسول الہہ کے زمانہ سے لے کر ہر زمانہ میں آج تک ہے، اور شیعہ و سنی کسی بھی فقیہ نے اب تک حکم قصر کو فتنہ کفار کے خوف سے مخصوص نہیں جانا ہے۔ واحد اختلاف جو علماء عامہ اور خاصہ کے درمیان ہے وہ حکم قصر کے رخصت یا عزیمت ہونے میں ہے؛ دوسرے ۲۹/ ابواب پر مشتمل وسائل الشیعہ میں تمام احادیث صلاۃ مسافر میں جن کی مجموعی تعداد ”۲۲۹“[۵۳] ہے ان میں سے کسی ایک میں بھی قید خوف مذکور نہیں ہے اور ان تمام احادیث میں موضوع حکم قصر قید خوف کے بغیر[۵۴] ہے

۵۳۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ وسائل الشیعہ میں ابواب نماز مسافر کے حدیثوں کی تعداد ۲۴۷ ہے دوسرے اگر کسی فقہی حکم کے بارے میں ہزار روایتیں ہوں کہ راوی اول معصوم علیہ السلام ایک شخص ہو تو ساری روایات ایک روایت محسوب ہوں گی، تیسرے مذکورہ ۲۴۷ روایات میں سے تقریباً ۱۶ روایات میں سفر میں نماز کے قصر عددی کو بیان کیا ہے اور ۱۳ روایات چار رکعتی نمازوں کے دو رکعت قصر پر دلالت کرتی ہیں کہ اس درمیان سات روایات ایسی ہیں جن کی سند تو طوعہ اور مضمرہ ہے یا اصلاً سند نہیں رکھتی ہیں اور سات روایات معصوم سے متصل سند سے منسوب ہیں کہ اس کی روایت کرنے میں ایسے افراد ہیں جو تضعیف شدہ ہیں۔
باقی بچتی ہیں ۵ روایتیں جو معصوم سے منسوب سند سے متصل ہیں لیکن وہ دو نص قرآنی کے مخالف ہیں اور فتوائے مشہور اس سے ماخوذ ہے حالانکہ تقریباً ۲۱۷ میں قصر بطور مطلق ذکر ہوا ہے کہ یہاں پر بھی احادیث کے کتاب اللہ پر عرض کے وظیفہ شرعی کے انجام دہی سے قضیہ حل ہے، کیوں کہ نص دو آیات خوف ایسے قصر کو حالت خوف میں قصر کیفی کے ناحصار پر حمل کرتی ہیں یہاں تک کہ اگر قرآن کی طرف رجوع نہ بھی کرینتو ابواب نماز مسافر کی روایات کا تعارض موجب تساقط روایات ہے۔
۵۴۔ لیکن بعض روایات میں۔ جیسے صحیحہ فضلاء سہ گانہ ۔ قید مشقت ذکر ہے اور جن روایات میں کہ خوف کی وقید نہیں ہے ان کو نص دو آیات خوف سے مقید کرنا چاہئے اور انتہائی حیرت کا مقام ہے کہ فقہ سنتی میں نص یا ظاہر آیات عام یا مطلق کو روایت سے تخصیص و تقیید کرتے ہیں لیکن اس کے بر عکس سے اجتناب کرتے ہیں!!

۔ جبکہ نزول آیت کے وقت سے کہ کفار سے خوف کا زمانہ تھا لوگوں کی مورد ابتلا چیزیں رسول اللہ کے زمانہ میں مسلمانوں کے تسلط کے بعد سے ہمارے زمانہ تک مسلمانوں کی معمولی اور عادی مسافرتوں میں کسی وقت بھی کفار کا خوف نہ تھا، لوگوں کو بتائی گئیں تھیں اور القاء ہوئی تھیں اور ان میں سے بعض موارد میں خصوصیات کو دخل ہے جیسے حجاج کے مکہ سے عرفات جانے میں قصر ۔ اور مکہ و مدینہ میں قصر جو ہمیشہ اسلام کے قبضہ میں تھا کسی صورت بھی کفار کا خوف ان کے بارے میں معنی نہیں رکھتا ہے ۔

تیسرے تین رکعت نماز خوف کے لئے قصر تعیین ہوا کہ ایک رکعت پڑھے کافی اور صحیح ہے اور نماز مسافر کے لئے دو رکعت، اصولاًرکعات اور ان کی تعداد نماز کے لئے سنت سے معین ہوئی ہے نہ قرآن سے، کجا سفر میں اس کی تعداد رکعات۔

اس شبہ کے بارے میں جو آپ نے مسافت قصر کے بارے میں لکھا ہے اس شبہ کی وجہ دفعہ اسی طرف اسناد کے بغیر ”تعلیقات عروۃ الوثقی“ میں جس کو حقیر نے تحقیقی طور پر لکھا ہے ذکر کیا ہے انشاء اللہ طبع کے بعد آپ کی خدمت میں پیش کروں گا۔

والسلام علیکم و رحمۃ اللہ ۔ ابو طالب تجلیل التبریزی ۴۳/۳/۲۶

***

حضرت آیۃ اللہ العظمی صادقی تہرانی کے جواب کا متن

(پہلے خط کا جواب)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

علیکم السلام و رحمۃ اللہ و برکاتہ

نظریہ نماز قصر کے بارے میں تیس برس کی مدت میں موصول ہونے والا یہ پہلا جواب ہے لیکن اگر حضرتعالی کتابچہ ”مسافران“کا آیات قرآنی کی روشنی میں با دقت مطالعہ فرمائیں اور اصالۃ القرآن کو مد نظر قرار دیں کم سے کم مسئلہ قصر آپ کی نگاہوں میں مردد ہو جائے گا۔ ہم نے ”تبصرۃ الفقہاء“ ”نماز مسافر“ اور الفرقان وغیرہ میں کہ حتماً آپ کی نگاہوں سے گذری ہیں، پہلے نماز قصر کو ”مسیرۃ یوم“ سے مخصوص جانا ہے، کہ اس بارے میں بھی بزرگ علماء ہمارے ساتھ ہیں۔ اور آخر کے چند برسوں میں کلی طور پر قصر کو خوف میں منحصر جانتے ہیں[۵۵] ہمارا تمسک بھی مفہوم آیت سے نہیں ہے، کیوں کہ سنت قطعیہ جس نے تعداد رکعات نماز کو معین کیا ہے ”اطیعوا الرسول“ کے مبنی پر مقبول ہے اور اس اصل کی رو سے یہ تعداد (بھی) قرآنی ہے، قرآن بھی صرف خوف کی صورت میں اس کو قصر جانتا ہے اور بس۔ اور پھر ”لفظ“ قصر آیت میں (اگر چہ) کمی و کیفی دونوں رخ کو شامل ہے، (لیکن یہاں پر صرف قصر کیفی مراد ہے)[۵۶]۔

اور یہاں پر دوسری جگہوں کے برخلاف، مفہوم سے استدلال کرنا بھی درست ہے اور کوئی مطلب نہیں کہ "ان خفتم" قصر اور "ان لم تخافوا" بھی قصر ہو۔ اگر چہ دوسری قید بھی (ان خفتم) کے بعد درکار ہو سکتی ہے[۵۷]، اور نہ نفی مطلق کہ "ان لم تخافوا" ہے (اس معنی میں چاہے

۵۵۔ خواہ حضر میں خواہ سفر میں، اگر چہ کرہ زمین کے دائرہ میں ہو یا ہوائی جہاز سے آسمان کا سفر کرو، البتہ بتکامل فتوی پیش فرض مفروضات اور حوزوی غیر مطلق افکار کی کامل نفی کے سبب ہے کہ صد فیصد وظیفہ وجوب ”عرض احادیث بر قرآن“ کی ادائیگی؛ اور آخر الامر اجماع و شہرت سے بے اعتنائی کرتے ہوئے حکم ”بما انزل اللہ“ کو قل اللہ یفتیکم کے مبنی کے تحت کتاب و سنت سے بعینہ نقل کیا ہے۔

۵۶۔ کیوں کہ خوف ہرگز قصر تعداد رکعات نماز کا موجب نہیں ہے، بلکہ قصر کیفیت نماز کا موجب ہے۔ اس طرح سے کہ پیدل چلتے ہوئے یا دوڑتے ہوئے یا کسی متحرک وسیلہ پر سوار ہو کر یا کسی اور دوسری امنیتی تدبیر کے ذریعے خوف ناک جگہ سے دور ہوں اور حالت فرار میں نماز بجا لائیں البتہ کیفیت رکوع و سجود اشارہ میں تبدیل ہو جائے گی اور صرف ذکر اللہ پر اکتفا کریں گے۔

۵۷۔ البتہ اس شرط کے ساتھ کہ "دوسری قید نقیض یا منطوق آیت نہ ہو، لیکن خوف یا عدم خوف ایک دوسرے کی نقیض ہیں، کہ یہ مفہوم مانند منطوق، نص ہے اور قابل تردید نہیں ہے اور ان دونوں کا آپس میں جمع کرنا یقیناً اشتباہ ہے کیوں کہ مفہوم دو طرح کا ہے:

۱۔ مفہوم نقیض: جیسا کہ سورہ نساء کہ آیت ۱۰۱ کے بعض جزء میں ملاحظہ کر سکتے ہیں کہ جملہ "ان خفتم" منطوق آیت، اس کے مفہوم کے ساتھ "ان لم تخافوا" تناقض رکھتا ہے اور دونوں کے درمیان جمع کرنا

ڈرو چاہے نہ ڈرو قصر نماز واجب ہے) اور پھر آخر آیت میں ارشاد ہوتا ہے "فاذا اطماننتم فاقیموا الصلاۃ" کہ یہ اقامہ نماز ما قصر کے مقابلہ میں اتمام نماز کے لئے ہے۔

لہذا بر حسب صدر و ذیل آیت اس کے مفہوم سے تمسک کئے بغیر بھی "یہاں پر" جائز ہے نماز حالت خوف میں قصر اور عدم خوف اور اطمینان کی صورت میں کامل اور تمام ہے (کہ خوف و عدم اطمینان اور عدم خوف اور اطمینان) اور یہ خوف کہ موجب قصر ہے سفر اور حضر دونوں کو شامل ہے اور عدم خوف بھی اسی طرح ہے کہ اصولاً (صرف) سفر قصر نماز کے لئے (ہرگز) کوئی نقش نہیں رکھتا، مگر وہ سفر کہ "فرجالاً و رکباناً" ہو، کہ پہلے اس طرح کا خوف تھا، اور یہاں پر کیفیت نماز میں قصر ہے، کمیت نماز میں کوئی قصر نہیں ہے، اور خوف کے قیدہونے کی صورت میں، احادیث میں اس کا نہ ہونا اس کے نہ ہونے کی دلیل نہیں ہے، زیادہ سے زیادہ قرآن و حدیث کے درمیان تعارض ہوگا کہ وہ بھی حل ہے بالآخر صحیحہ فضلاء ثلاثہ جیسی بعض احادیث کے اعتبار سے مشقت اور بعض دوسری احادیث کے لحاظ سے "مسیرۃ یوم" (معیار قصر) ہو کہ دونوں کو قصر کیفی میں منحصر جاننا چاہئے، قرآن میں بھی "ان خفتم" نے حکم کو وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے، اور قرآن کے سامنے اقوال و احادیث کی کثرت فقیہ کے لئے ہرگز کوئی نقش نہیں رکھتی ہے۔

متناقضین کے درمیان جمع کرنا ہے، کیوں کہ متعلق نص آیت، جنگ میں خوف ہے اور کوئی دوسری قید نہیں ہے بلکہ اس کے اطلاق کا متعلق ہر طرح کا خوف ہے۔

۲: مفہوم غیر نقیض: اس کے مانند "اگر غیر جانی خوف بھی ہو" حکم وہی ہے، جیسا کہ آیت بقرہ میں مطلق خوف کو علت حکم قصر بیان کیا گیا ہے۔ یعنی اگر جان کا خوف نہ ہو لیکن دوسرے نوامیس کا خوف ہو، حکم "فرجالاً او رکباناً" اسی طرح جاری ہے، کیوں کہ اطلاق آیت بقرہ ہر خوف کو شامل ہے کیوں کہ اس کا متعلق جنگ نہیں ہے یعنی خوف جانی کے علاوہ دیگر نوامیس عقل، دین، عرض اور مال کو بھی شامل ہے اور خوف پنجگانہ ایک دوسرے کی نقیض نہیں ہیں۔

ہمارے یہاں اس طرح کہ تفردات فقیہ یا خلاف مشہور و اجماع مسائل اور فتاوی کی کثرت ہے "جو تبصرة الفقہاء" کی تحقیق سے روشن ہوتے ہیں۔

بنیادی مشکلات (اعتراض) یہ ہے کہ ہمارے فقہاء اور سنی حضرات بھی قرآنی محور کو حدیث، شہرت اور اجماع پر قربان کرتے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ بہت سارے فتوی نص ظاہر قرآن کے بر خلاف ہیں اگر توفیق تلافی آزادی نصیب ہوئی ، برادر عزیز سے بطور مفصل بحث کریں گے تاکہ معلوم ہو سکے کہ فقہ قرآن کس قدر مظلوم اور بے رنگ ہے۔

والسلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

قم المقدسہ محمد صادقی تہرانی ۱۳۷۳/۴/۲۸

***

دوسرا خط بتاریخ ۱۳۷۳/۴/۳۰ ہ ش

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جناب ڈاکٹر صادقی صاحب

سلام علیکم

آپ نے آیت (فاذا اطمانتم فاقیموا الصلاۃ) سے تمسک کیا، کہ خوف برطرف ہوتے ہی نماز پوری پڑھی جائے۔ توجہ فرمائیے ؛ طمانیت اور اطمینان لغت میں سکون کے معنی میں ہیں، بنا بر ایں آپ کا مطلب یہ ہے کہ : جب حرکت سے باز آ جاؤ اقامہ نماز کرو۔

البتہ اگر طمانیت اور اطمینان کی نسبت قلب کی طرف ہو، بطور مثال (لیطمئن قلبی) سکون قلب کے معنی میں ہے کہ اس کے مقابل تردید ہے نہ کہ خوف۔

سنت فقیہ رسول اللہ اور ائمہ معصومین علیہم السلام کو کہ تواتر پر استوار ہے یہ ہے کہ نماز میں قصر ہے اور خوف اس میں شرط نہیں ہے ، چاہے کوئی سا بھی خوف ہو قرآن نے احکام شریعہ کی تفسیل میں رسول اللہ اور ائمہ معصومین کی اطاعت کا حکم ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم۔

"والسلام علی من اتبع الہدی"

***

دوسرے خط کا جواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دوست عزیز حضرت آیۃ اللہ تجلیل تبریزی "وفقہ اللہ لتفقہ القرآن المہجور"۔

پس از سلام و دعاء خیر کہ انشاء اللہ حوزوی قساوت اور کدورت و تاریکی سے کہ ۔ انسان کو معارف قرآنی سے دور کرتی ہے۔ نجات پائیے؟ اس کے بعد بھی پتہ چلتی ہے کہ نماز قصر سے متعلق اپنے دوست کے اسناد و مدار ک کا عمیق مطالعہ نہیں کیا ہے اور جناب عالی کے پہلے خط کے جواب میں جو پانچ اعتراضات کئے گئے ہیں ان میں سے ایک کے جواب میں تحریر فرمایا ہے کہ (فاذا اطمانتم) سکون ہے، باوجودیکہ اطمینان خوف ما قبل کے مقابلہ میں ہے نہ حرکت۔

اور پھر حالت نماز میں حرکت اور پیدل چلنا درکار نہیں ہے (تاکہ اس کا اطمینان بے حرکتی ہو) اور اسی طرح لغوی اعتبار سے اطمینان، سکون بدن نہیں ہے بلکہ خوف و اضطراب کے مقابلہ میں آرام و سکون ہے۔ اور مجھے نہیں معلوم ہے کہ کتاب اللہ کا کون سا گناہ ہے کہ اس کے نص اور ظاہر کے بر خلاف عمل کرنے پر اس طرح اصرار ہو۔ بالآخر

یہاں پر اطمینان کہ اس کا حکم اتمام نماز ہے خوف کے مقابلہ میں ہے کہ اس کا حکم قصر نماز ہے البتہ قصر کیفیت نماز۔

اور خوف کے بغیر سفر میں روایات قصر نماز جن کا تواتر[۵۸]، سنت رسول اللہ اور ائمہ معصومین کو ثابت نہیں کرتا ہے، ہر چند بکثرت ہو نص اور ظاہر قرآن کے مقابلہ بالکل بے نقش ہے اور شہرت، اجماع یا ضرورت جو قرآن کے بر خلاف ہو قطعی طور پر جعلی ہے، اور پھر یہ قرآن کا صریح خصوصی حکم ہے جس کی کوئی تفصیل نہیں ہے اور اس کا معارض صریحاً مردود ہے، آخر میں بھی جناب عالی نے حقیر پر لطف کیا کہ فرمایا: (و السلام علی من اتبع الہدی) مذکورہ آیت، غیر مسلموں کی نسبت ان کے مسلمان ہونے کی امید میں اختتامیہ جملہ ہے اور میں تیرہ برس کی عمر سے کہ مکلف ہوا ہوں روز بروز میرا اسلام قرآن اور اس کے موافق سنت کی روشنی میں پروان چڑھ رہا ہے (اور میں کافر نہیں ہوں)

والسلام علی عباد اللہ الصالحین

قم۔ محمد صادقی تہرانی ۱۳۷۳/۵/۳

ھ ش

***

تیسرا خط

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تاخیر سے جواب دینے کی معذرت، دوسرا خط حضرت عالی کے دستخط کے ساتھ کل سفر سے واپسی کے بعد موصول ہوا، ناچار ہوا بہت ساری مصروفیتوں کے باوجود چند کلمات اتمام حجت کے لئے تحریر

۵۸۔ جبکہ متواتر بھی نہیں ہیں اور جیسا کہ پہلے بیان کیا روایات ابواب نماز مسافر کا آپس میں متعارض ہونا ان کے تساقط کا موجب ہے اور اگر بالفرض ان میں کوئی تعارض نہ بھی ہو، قرآن پر عرض کے بعد، قرآن سے متعارض ہونے کی وجہ سے مطرود ہیں۔

کروں انشاء اللہ یہ خطوط آپ کے لکھے ہوئے نہیں ہیں[۵۹]، اب ہم عین مکتوب کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اس کے کمزور پہلوؤں کی علامت گذاری کرتے ہوئے ترتیب وار ذکر کر رہے ہیں:

۱۔ (و اذا ضربتم فی الارض---) و (فاذا اطماننتم فاقیموا الصلاۃ---) دو جملہ شرطیہ ہیں جو کلمہ اذا (اداۃ شرط) سے شروع ہوئے ہیں۔ جملہ اول حکم قصر کو بیان کرتا ہےاور دوسرا جملہ حکم اتمام کو بیان کرتا ہے، اور پہلے جملہ شرطیہ میں شرط "ضرب فی الارض" ہے اور دوسرے جملہ شرطیہ میں شرط اطمینان ہے اور بقرینہ مقابلہ ضرب فی الارض کے مقابلہ میں اطمینان سے مراد ، سکون اور سفر سے باز آنا اور رکنا ہے۔

۲۔ نماز میں سکون بدن لازم ہے لیکن بقدر اداء نماز توقف حالت سفر میں یعنی درمیان سفر کہ زمین میں سیر و حرکت ہے، کیوں کہ اثناء سفر میں استراحت اور دوسرے ضروری کاموں کے لئے اترنا صدق سفر کے منافی نہیں ہے۔

۳۔ لغت میں اطمینان سکون کے معنی میں ہے، "لسان العرب" میں کہتا ہے: "طامن الشئی سکنہ و الطمانینۃ السکون اطمان الرجل اطمیناناً ای سکن--- اطمئن قلبہ ای سکن" اور "قاموس" میں کہتا ہے: الطمئن بالفتح الساکن کاالمطمئن و اطمان الی کذا اطمیناناً و طمانینۃ و ذلک مطمئن--- الی ان قال و من الامر سکن" اور " مفردات راغب میں کہتا ہے: الطمانینۃ السکون بعد الانزعاج" زعجہ قلعہ من مکانہ فانزعج کما فی القاموس۔ اور "مجمع البحرین میں کہتا ہے: فاذا اطماننتم ای اقمتم، یقال اطمان بالموضع اقام بہ و اتخذہ وطناً"۔

۵۹۔ خطوط میری ہی جانب سے تحریر ہوئے ہیں اور اگر کبھی کبھار میری تحریر میں نہیں ہیں اول زیادہ مصروفیت کے باعث ہے، جیسا کہ دوسرے مراجع بھی صرف اپنے خطوط میں دستخط سے کام لیتے ہیں اور دوسرے میرے ہاتھ کی ناتوانی کے باعث ہے کہ کبھی دستخط پر اکتفاء کی جاتی ہے۔

۴۔ تواتر یہ ہے کہ افادہ یقین کرے اور معصوم سے متواتر کلام کے ذریعہ ظاہر قرآن تفسیر ہوتا ہے۔ (اگر چہ مد نظر بحث جیسا کہ بیان ہوا خلاف ظاہر نہیں ہے)

آپ انشاء اللہ ان لوگوں میں سے نہیں ہیں جن کا نعرہ "کفانا کتاب اللہ" ہے بلکہ رسول اللہ کے رسمی اعلان کو قبول کرنے والوں میں سے ہیں جو شیعہ اور سنی کتابوں میں بطور متواتر نقل ہوا ہے کہ فرمایا: "انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ و عترتی لن تضلوا ما ان تمسکتم بہما و لن یفترقا حتی یردا علی الحوض"۔

۵۔ ضروری ہرگز برخلاف قرآن نہیں ہوتا اگر چہ آیت متشابہ سے اس کے خلاف کا توہم ہو، انشاء اللہ آپ ہرگز ضروریات کا انکار نہیں کریں گے۔

آخر میں عرض ہے کہ یہ آخری خط ہے جو آپ کی خدمت میں ارسال کر رہا ہوں اور اگر کوئی دوسرا خط آپ کے نام سے موصول ہوا بکمال معذرت قبول نہ ہوگا[۶۰]۔

ابو طالب تجلیل تبریزی ۷۳/۵/۲۳

تیسرے خط کا جواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

با عرض سلام۔ کہ اپنے تیسرے خط کا جواب قبول کرنے سے معذور تھے۔ اگر چہ عذر و اعتذار کی وجہ سے یہ جواب آپ کی خدمت میں ارسال نہیں ہو رہا ہے، لیکن تکمیل بحث اور قاریان محترم اور طالبان

۶۰۔ قال الامام علی علیہ السلام: "سیاتی علیکم من بعدی زمان۔۔ نبذ الکتاب حملتہ۔۔۔ فالکتاب و اہل الکتاب فی ذلک الزمان طریدان منفیان و صاحبان مصطحبان فی طریق واحد لا یؤویہما مؤو" میرے بعد عنقریب تمہیں اس دور کا سامنا کرنا پڑے گا جب علماء دین (معانی آیات) قرآن کو (دور) پھینک دیں گے چنانچہ قرآن اور اہل قرآن اس دور میں مطرود اور (معاشرہ سے) حذف شدہ لیکن باہم ساتھ ساتھ ہمگام ایک راہ میں ہوں گے۔ اور کوئی پناہ دینے والا ان کو پناہ نہ دے گا"۔ بحار الانوار، ج۷۴، ص۳۶۵، و نہج البلاغہ، خطبہ ۱۳۷۔

حقیقت کی آگاہی کے لئے جواب حاضر خدمت ہے۔ آپ اس خط میں دوسرے فقہاء کی طرح مصر ہیں کہ آیہ قصر دلالت سے گر جائے تاکہ دوسرے ادلہ کے لئے راستہ فراہم ہو۔

آپ کا اصرار ہے کہ "فاذا اطمانتم" سفر سے واپسی کے بعد سکون و آرام کے معنی میں ہے باوجودیکہ "ان تقصروا" کی اصلی شرط "ان خفتم" ہے بلکہ اصلاً "اذا ضربتم" ظرفیہ ہے نہ شرطیہ[٦١]! جیسا کہ وضو اور غسل کے بدلے تیمم میں بھی "او علی سفر" تنہا پانی کی نایابی کو بیان کرتا ہے خلاصہ "فاذا اطمانتم" کے بعد تنہا زوال خوف کے اور خوف کی جگہ جنگ اور حملہ دشمن ہے، خواہ سفر میں خواہ حضر میں، کہ اگر نماز جماعتی حضر میں ایسے خوف کا مورد ہو "ان تقصروا" بھی متحقق ہے۔

آپ نے لغوی تحقیق کی مدد سے اطمینان کو سفر سے واپسی میں منحصر جانا ہے جبکہ یہاں پر "ان خفتم" کے بعد آیا ہے اور زوال خوف اور آرام کے معنی میں ہے خواہ سفر میں خواہ حضر میں اپ کا اصرار ہے کہ طمانینت سکون کے معنی میں ہے، کیا طمانینت زوال خوف کے بعد کہ قصر کی اصل شرط ہے طمانینت سے خارج ہے؟ اور اعتراف بھی کرتے ہیں کہ "الطمانینۃ السکون بعد الانزعاج" در حالیکہ صرف سفر میں کوئی انزعاج اور بے آرامی نہیں ہے۔

بلکہ تصریحات آیہ قصر کے مطابق انزعاج و بے آرامی صرف "ان خفتم ان یفتنکم الذین کفروا" کی وجہ سے ہے اور مجمع البحرین نے جو اس کو اقمتم کے معنی میں لیا ہے تمام فقہاء کی پیروی کی ہے نہ یہ کہ لغت کا معنی کیا ہو، پھر بھی اگر سفر سے واپس ہوا اور اقامت اختیار کی

٦١۔ اس معنی میں کہ ظرفیہ ہے نہ شرطیہ محضہ۔

لیکن خوف ویسے ہی باقی رہا، کیا حفظ جان کے لئے نماز سے کچھ کم و کسر نہ ہوگا[٦٢]۔

لیکن قصد تواتر؛ اگر یہاں پر بالفرض تواتر بھی ہو، نص اور ظاہر قرآن کے بر خلاف ہے اور ہمارے پاس قرآن سے زیادہ چابت اور روشن کوئی تواتر نہیں ہے کہ اس کے لئے قرآن کی حجت قاطعہ سے صرف نظر کریں[٦٣]۔

لیکن مسئلہ "کفانا کتاب اللہ" اول عمر نے "حسبنا کتاب اللہ" یا "ھذا کتاب اللہ حسبنا" کہا ہے، اور پھر "حسبنا کتاب اللہ" کا دائرہ حسبنا الحدیث و الشھرۃ و الاجماع سے زیادہ اور بڑا ہے؛ کیوں کہ ہم اس صورت میں روایت کو قبول کرتے ہیں جب اسلام کی دلیل اول قرآن کے موافق ہو یا اس کے مخالف نہ ہو۔

اور حدیث ثقلین بھی اس کا مقصود کتاب و سنت ہے اور اگر نماز قصر کے مانند قرآن و حدیث کے درمیان تعارض ہو، اس بات کو قبول کرنا کہ سنت قرآن کے بر خلاف ہے خود قرآن و سنت کے بر خلاف ہے، کیوں کہ رسول اور ائمہ معصومین کی کوئی بات بالکل کتاب (قرآن) کے بر خلاف نہیں ہے۔

اور یہ کہ ضرورت قرآن کے بر خلاف نہیں ہوتی، خود ضرورت ہے لیکن یہ برخلاف قرآن ہونا روایت کو ضرورت سے گرا دیتی ہے اور

٦٢۔ اگر یہاں پر اطمینان ترک حرکت سفر کے معنی میں ہو اول اس کی صحیح عبارت "اذا رجعتم من السفر" ہے کہ سفر کے بعد۔ نہ "فاذا اطمانتم" کہ اطمینان و سکون خوف کے بعد ہے بلکہ کبھی وطن سے زیادہ آرام و سکون ہوتا ہے۔ لیکن "فاذا امنتم" "فان خفتم" کے بعد سورہ بقرہ میں قطعاً خوف کے بعد امن کے معنی میں ہے نہ حرکت سے سکون و توقف اور رکنا۔

٦٣۔ روایات قصر نماز کی تین قسمیں ہیں: ١۔ مشقت کی صورت میں قصر ٢۔ ایک روز راہ میں قصر ٣۔ چار فرسخ میں قصر نماز چار رکعتی لیکن کلی طور پر قصر۔ دو رکعت کی تصریح کی صورت کے علاوہ میں۔وہی حالت مشقت یا خطر میں قصر کیفی ہے اور جو چیز ان دو قیود کے بر خلاف ہو آیہ قصر کے بر خلاف ہے اور روایات مشقت اور "مسیرۃ یوم" ایک روز راہ کو آٹھ فرسخ سفر سے کہ گذشتہ میں خوف آور تھا، ترسناک مشقت کے مبنی پر توجیہ کرتی ہیں اور کوئی ایک روایت بھی نہیں ہے جو عمومیت قصر نماز کے لئے سفر میں عدم خوف و مشقت کو بیان کرے، باقی بچتا ہے قصر کمی۔ باز روایات میں۔ کہ یہ بھی قرآن کی دو آیت کی نص کے خلاف اور مردود ہے اور اگر بالفرض تمام روایات ابواب قصر نماز، بلا خوف سفر میں نص ہو تو بھی قرآن کی مخالفت کی وجہ سے نا مقبول ہے۔

یہ آیت متشابہ بھی نہیں ہے تاکہ حدیث اس کے معنی بیان کرے، اگر بالفرض آیت متشابہ ہو کہ آیات محکم اس کی تفسیر کرتی ہیں اور کیا "ان خفتم" متشابہ ہے ؟ کہ حالت عدم خوف بھی ، صرف سفر سے خوف سے ملحق ہو اور نتیجہ میں دونوں صورتوں میں یعنی خوف اور عدم خوف کی حالت میں سفر کی دقت نماز قصر ہو[٦٤]۔

آخر میں استمرار بحث پر ریڈ لائن کھینچ دی کہ آپ کا کوئی خط قبول نہ کیا جائے گا، یہ بات ہرگز عقل و ایمان کی عدالت میں قابل قبول نہیں ہے[٦٥]۔ آپ کو معلوم ہے کہ امام صادق نے ابن ابی العوجاء سے اپنی گفتگو ہرگز نا مکمل نہیں چھوڑی، کیا میں قرآن سے استناد کے جرم میں ابن ابی العوجاء سے بھی بڑا ملحد ہوں[٦٦]۔

والسلام علی عباد اللہ الصالحین

قم۔ محمد صادقی تہرانی

۷۳/۵/۲۵ ھ ش

ٹیلیفون: ۳۲۹۳۳۴۲۵

٦٤۔ بفرض محال اگر نص "ان خفتم" آیہ بقرہ میں متشابہ ہو، اسی آیت کا اگلا حصہ تشابہ کو بر طرف کرتا ہے، کیوں کہ "فاذا امنتم" ے اس کے مقابلہ میں ہے جو قطعاً خوف کے بعد امن کے معنی میں ہے۔
اسی طرح اگر "ان خفتم" آیہ فساد میں متشابہ ہو جملہ "فاذا اطماننتم" ۱۰۳ آیت میں تشابہ کو بر طرف کرتا ہے، جیسا کہ کوئی شک خوف کے بعد آرام و سکون کے معنی میں نہیں رہ جاتا ہے، بلکہ اس کا مطلب بالک واضح اور روشن ہے۔

٦٥۔ آیۃ اللہ تجلیل تبریزی کا اصلی خط اور میرا جواب علوم القرآن کے ریکارڈ میں محفوظ ہے۔

٦٦۔ مؤلف نے تفسیر، کلام، فقہ، اصول، عرفان اور تاریخ کے تمام آثار میں جو ایک سو زیادہ کتابوں اور کتابچوں پر مشتمل ہے اور تمام اسلامی علوم میں ہے، قرآن کی محوریت اور سنت قطعیہ کی فرعیت کے مبنی پر بحث و گفتگو کی ہے اور استدلال کیا ہے اور کرتا ہوں اور ایک بار بھی جیسا کہ مل؛احظہ فرما رہے ہیں علماء اسلام اور دوسرے مذاہب سے بحثوں، مناظروں میں مغلوب اور محکوم نہیں ہوا اور شہرتوں، اجماعات، اور ضروریات مذہبی کو ۔ کتاب و سنت سے مخالفت کی صورت میں ۔ کسی صورت بھی قبول نہیں کرتا اور ہمیشہ قرآنی اور اسلامی سوالات کو جواب دینے کے لئے حضوری یا ٹیلیفونی حاضر رہتا ہوں۔

آیۃ اللہ العظمی ڈاکٹر محمد صادقی تہرانی کے مختصر حالات زندگی

آیۃ اللہ العظمی ڈاکٹر محمد صادقی تہرانی ۱۳۰۵ ش میں تہران میں متولد ہوئے، دبیرستان کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد آیۃ اللہ شاہ آبادی اور امام خمینی کے درس میں گئے اور میرزا مہدی اور میرزا آشتیانی سے فلسفہ کی تعلیم حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ حوزہ کے مقدماتی دروس ی تعلیم بھی حاصل کی اور تین برس میں حوزوی دروس کو تمام کیا۔ ۱۳۲۰ میں قم گئے۔ آیۃ اللہ بروجردی اور علامہ طباطبائی کے ۱۳۲۳ اور ۱۳۲۴ میں وارد ہونے کے بعد آپ نے بھی ان حضرات کے دروس میں شرکت کی اور ان کے محضر سے استفادہ کرنا شروع کیا۔ قم میں ۱۰ برس توقف کرنے کے بعد تیل کو ملی کرنے کی نہضت جب تشکیل پانے لگی تو تہران لوٹ آئے۔ اس دور میں آیۃ اللہ کاشانی سے نزدیک ہوئے اور اس طرح سے دوسروں کے شانہ بشانہ نہضت ملی میں اپنی سر گرمی دکھائی اور ساتھ ہی ساتھ یونیورسٹی میں بھی اپنے تعلیمی سلسلہ کو شروع کیا۔

چند سال بعد حقوق، تربیتی علوم، فلسفہ، فقہ اور معارف عالی میں ایم اے کیا اور تین برس دانشکدہ معقول اور منقول میں حکمت اسلامی کی تدریس کی۔ جوانوں اور یونیورسٹی کے لڑکوں کے جلسات میں شریک ہوئے، ۱۳۴۱ میں شاہ کے خلاف اس کے کالے کارناموں کو بر ملا کرنے کے لئے تقریر کی اور تحت تعقیب واقع ہوئے، لہذا حج کے مقصد سے مخفی طور پر ایران کو ترک کیا۔ مکہ و مدینہ میں بھی شاہ کے خلاف تقریریں کیں جس کے نتیجہ میں وہاں گرفتار کر لئے گئے لیکن مقامات اور اہل منصب سے بحث و مباحثہ اور مسجد الحرام میں علماء کے فشار سے آزاد ہو گئے اور تحت الحفظ عراق روانہ ہوئے۔ ۱۰ برس عراق میں رہے۔ وہاں بھی اپنی انقلابی سر گرمیوں کو جاری رکھا اور جب ایرانیوں کو عراق سے نکالا جانے لگا تو بیروت ہجرت کی۔ جب لبنان میں جنگ داخلی شروع ہوئی بیروت سے مکہ تشریف لے گئے اور انقلاب تک وہاں اپنی سر گرمیاں جاری رکھیں اور اس کے بعد ایران

واپس آ گئے۔ آپ نے حوزہ علمیہ قم میں اقامت اختیار کی اور مسلسل قرآن کی تدریس کی اور قرآن سے متعلق تالیفی کام کرنے کی ہمت کی اور ۱۳۹۰ میں ۱۱۰ سے زیادہ مطبوعہ اور غیر مطبوعہ آثار اور کتابوں کے ساتھ دار فانی کو وداع کہا۔

آیۃ اللہ محمد صادقی تہرانی ۱۳۰۵ میں محلہ گلوبندگ (چال حصار) میں بازار تہران کے نزدیک متولد ہوئے اور علمی گھرانے میں تربیت پائی۔ آپ کے والد شیخ رضا لسان المحققین (لسان الواعظین) نے جو ایران کے بلند پایہ خطیبوں سلطنت پہلوی کے سرشناس مخالفین، اولین معلم علم و عمل اور آیۃ اللہ صادقی کے راہنما تھے، آپ کو پانچ برس کی عمر میں گذر متوفی میں واقع مدرسہ اسلام میں داخل کیا اور بچپن سے ہی آپ کو معارف اسلام سے آشنا کیا۔ پرائمری کی تعلیم مکمل کرنے کے ساتھ ہی والد ماجد انقلابی سرگرمیوں کی سختیوں اور کی تاب نہ لا کر دنیا سے چل بسے۔ آیۃ اللہ صادقی جو دل سے پہلوی حکومت سے متنفر تھے اس حادثہ سے ان کے دل میں سلطنت پہلوی کی اور نفرت بڑھی اور اسی وقت سے والد کی راہ میں جہاد کرنے پر مصمم ہوئے۔

پرائمری کے بعد کی تعلیم خیابان ری میں واقع دبیرستان پہلوی میں حاصل کی اور دورہ دبیرستان کے اتمام کے بعد ان کے اندر اسلامی تحصیلات اور حوزہ میں وارد ہونے کی فکر کو قوت ملی۔ اس طرح سے ۱۴ برس کی عمر میں اسلامی دروس کے ساتھ ساتھ مدرسہ سپہسالار (قدیم) میں مقدمات، عروض اور ادبیات کی تعلیم شروع کی اور ایک برس کے بعد جامع المقدمات، سیوطی، حاشیہ ملا عبد اللہ وغیرہ کی تدریس کی۔

اس کے بعد امام خمینی کے استاد آیۃ اللہ شاہ آبادی کے عرفانی، اخلاقی اور تفسیری دروس میں قلب بازار میں واقع مسجد جمعہ (جامع) تہران میں شرکت کی اور کچھ مدت کے بعد کوچہ مجاور مسجد میں واقع آپ کے گھر اور آپ کے دیگر دروس کی محفلوں میں شریک ہوئے۔ آیۃ

اللہ شاہ آبادی کے دروس کا محور تھا "قرآن فلسفہ و عرفان کے تناظر میں" آپ اپنی تمام گفتگو میں عرفانی ہو یا فلسفی یا اخلاقی موضوع سے مناسبت رکھنے والی آیتوں کو پیش کرتے تھے۔ استاد اعظم کے دروس اور روش و منش نے آیۃ اللہ صادقی کے ذہن و روح میں کافی گہرا اثر چھوڑا کیوں کہ آپ کے دروس کا مبنی قرآن ہوتا تھا۔ اس کے بعد آیۃ اللہ صادقی نے قرآن کو اپنی زندگی، کسب و کار اورتحصیل کتاب میں اپنا مرجع و منبع قرار دیا۔

کچھ عرصہ بعد استاد شاہ آبادی کے مشورہ سے خیابان ناصریہ اور بازار مروی میں واقع مدرسہ خان مردی (فخریہ) میں تحصیل کا آغاز کیا۔ مدرسہ مروی میں ادبیات عرب کی تعلیم حاصل کی۔ اور عظیم الشان استاد اخلاق آیۃ اللہ محمد حسین زاہد کے درس اخلاق، آیۃ اللہ شیخ میرزا باقر آشتیانی کے درس فقہ، آیۃ اللہ سید صدر الدین جزائری کے دروس منطق و کلام، آیۃ اللہ میرزا مہدی آشتیانی کے درس فلسفہ اور دورہ شرح تجرید اور ان کے چچا میرزا احمد آشتیانی کے درس میں جو اپنے وقت کے عظیم عارف، فلسفی اور فقیہ تھے، شریک ہوتے تھے۔

کچھ عرصہ آقائے رفیعی کے درس فلسفہ میں بھی شرکت کی، اس طرح سے فلسفہ بزرگان فلسفہ کے پاس پڑھا لیکن ہمیشہ اس ڈر سے کہ قرآن کی تعلیم ہاتھ سے جاتی رہے اور بہت سارے دوستوں کی طرح فلسفی ہو جائیں، اپنی حفاظت اور پاسداری کرتے رہے، ان تمام علوم کو تعلیمات معارف قرآنی کے ضمن میں رکھا، کیوں کہ معتقد تھے کہ فلسفہ قرآنی محور کے بغیر ذہن کو اپنی طرف جذب کرتا ہے۔ آپ نے دلیل عقلی اور دلیل کتاب و سنت سے اس کے چار پانچ اصلی مبنی کو رد کیا۔

آپ کی عمامہ گذاری آقائے شاہ آبادی کے ہاتھوں ہوئی۔ البتہ مدرسہ سپہسالار میں استاد مقدمات آقائے شیخ علی دبیری نے مدرسہ کے دس پندرہ طلاب کے ہمراہ ان کو لباس روحانیت سے ملبس کیا۔

علمی جنگ اور رضا شاہ کے فرار کے وقت جب پہلوی دوم محمد رضا تخت نشین ہوا آیۃ اللہ صادقی ۱۳۲۰ میں عازم قم ہوئے اور مدرسہ فیضیہ کے شمالی حصہ میں آقائے لاجوردی اور دوسرے دوستوں کے ہمراہ کمرہ لیا لیکن ایام تعطیلی میں یہاں تک کہ ہفتہ میں ایک دن تہران جاتے تھے اور شاہ آبادی کے درس میں شرکت فرماتے تھے۔ مرور زمانہ سے ایام تحصیلی ایام تعطیلی سے زیادہ ہو گئے۔ عظیم فیض منبع سے دوری کے خلاء نے آپ کو مجبور کیا کہ قم میں اس نمونہ اور سنخ کا ایک شخص پیدا کریں، نتیجے میں امام خمینی کے کلاس درس میں گئے کہ کم سنی کے باوجود مطالب کو خوب درک کیا اور امام خمینی نے شاہ آبادی صغیر کے لقب سے آپ کو سرافراز کیا۔

۱۳۲۳ میں آیۃ اللہ بروجردی کے قم تشریف لانے کے بعد آپ کے دروس میں بھی با قاعدہ شرکت کی اس طرح سے کہ آیۃ اللہ بروجردی کے استفتا ئات کے جواب کے جلسوں میں مسائل فقہیہ میں خود اپنی رائے بیان فرماتے تھے۔ آپ نے جو خود کو بچپن سے استاد آیۃ اللہ شاہ آبادی کی تعلیمات کی وجہ سے خود کو قرآن کی طرف مائل دیکھا اور حوزہ علمیہ قم کو دروس قرآنی اور اس کے مادی و معنوی معارف و فیوض و برکات سے خالی اور کم عمق دیکھا۔ ان تلخ حوادث کو دیکھ کر آپ کو سنگین روحی صدمہ پہونچا۔ اس وجہ سے پختہ ارادہ کیا کہ حوزہ میں رائج تمام علوم کو مبانی قرآنی کے تحت خود دستہ بندی کریں اور عمومی اور خصوصی تقریروں میں اور اپنی تالیفات میں قرآنی بیان پر مشتمل مطالب لوگوں کے سامنے پیش کریں۔ یہی امر باعث ہوا کہ بہت سارے نظری مسائل میں دوسرے فقہاء سے ان کی نظر متفاوت ہو، کیوں کہ وہ استاد اور روایات کے مبنی پر اجتہاد کرتے تھے اور آیۃ اللہ صادقی ان سب کو کتاب اللہ پر عرض کرتے تھے۔

آپ باوجودیکہ آیۃ اللہ بروجردی، اساتیذ فلسفہ اور دوسرے اساتید فقہ و اصول کی بہت تجلیل فرماتے تھے لیکن کسی وقت بھی آپ نے ان کے

تمام نظریات کو قبول نہیں کیا اور ان سب کی روش پر معترض تھے اور فرماتے تھے چونکہ ان کے علوم اسلامی کا محور جیسا کہ ہونا چاہئے تھا قرآن نہ تھا اس لئے ان کے آراء و نظریات اور فتاوے نص یا ظاہر قرآن کے خلاف ہوتے ہیں۔

آپ کا عقیدہ تھا کہ حوزہ ہائے علمیہ کے طلاب حوز ہ مبتدی ہوں، خواہ متوسط یا منتہی ہوں ان کی تحصیلات کا محور اور اس کے پہلو میں سنت قطعیہ کو ہونا چاہئے اور حوزہ میں رائج علوم نہ صرف یہ کہ طلاب کو اسلام سے نزدیک نہیں کرتے بلکہ ان کو کافی حد تک معارف قرآنی سے مختلف ابعاد میں دور بھی کرتے ہیں اور اگر چاہتے ہیں کہ کلمہ لا الہ الا اللہ حوزہ ہائے علمیہ میں نقش پیدا کر لے بہت ان دروس اور کتابوں کو جن کا محور قرآنی نہیں ہے یا بد تر کہ ضد قرآنی محور رکھتی ہیں حوزہ ہائے علمیہ سے حذف ہوں اور اس کے بعد ان کی جگہ قرآن کے خاص معارف کو جو آفتاب کی طرح روشن ہیں جاگزیں کریں اور قرآن کی تعلیم و تعلم سے اپنے کو اور طالبان معارف قرآنی کے دلوں کو موجودہ ظلمتوں اور تاریکیوں سے نجات دیں اور نور قرآن سے ان کو جلا دیں اور متجلی کریں، تاکہ اس کے نور کے وسیلہ سے و قرآن کریم کے مطابق مشعل داران اسلام ہوں اور اس کا سب سے پہلا راستہ یہ ہے کہ ان کتابوں سے ان مطالب کو جو بر خلاف ہیں یا موافق قرآن نہیں ہیں حذف کریں اور اس کے بعد قرآن و سنت کے محور پر جدید تالیفات ان کی جگہ پر لائیں اور یہ خود مدرسین اور شریعت مداروں کے کاندھوں پر بہت بڑی ذمہ داری ہے کہ صد فی صد ایک قرآنی حوزہ کی بنیاد رکھیں[٦٧]۔

آپ فرماتے تھے کہ سارے تناقضات جو، تسلسلی یا موضوعی تفسیر یا ترجمہ قرآن میں۔ نظر آتے ہیں وہ قرآن کا صحیح ترجمہ اور تفسیر نہ کرنے کی وجہ سے پیدا ہوئے ہیں جو غیر مطلق خارجی وسائل سے تبدیل

٦٧۔ صادقی، تہرانی، محمد، رسالہ توضیح المسائل نوین، انتشارات امید فردا ۹۳۔

ہوتے رہتے ہیں اور تضاد و اختلاف پر منتہی ہوتے ہیں اس وحدت پسند کتاب میں اگر گونی اور پراگندگی افکار کے علاوہ کچھ اور نتیجہ نہیں رکھتے ہیں، قرآن میں ان اجنبی وسائل کے استعمال نے اس کتاب روشن اور متن الہی کو تناقضات اور تضادات کا مجموعہ بنا دیا ہے[٦٨]۔

آپ کے قم میں حضور کے دوران علامہ طباطبائی بحی آپ کے عرفانی، فلسفی، اخلاقی اور تفسیری درجات کے استمرار میں عظیم نقش رکھتے ہیں۔

آپ قم میں مسلسل ١٠ برس رہنے کے بعد تہران واپس ہوئے اور علمی و سیاسی میدان میں شدت کے ساتھ سر گرم عمل ہوئے، تیل کت ملی ہونے کے قیام میں آیۃ اللہ کاشانی کا بھر پور تعاون کیا اور آپ کے ساتھ رہے اور ان کے نظریات کو عام کرنے میں کوءی مضائقہ نہیں کیا، انقلابی تقریریں کیں کہ یہ جلسے تیل کی صنعت کے ملی ہونے کی سعی و کوشش کے علاوہ مذہبی نقش بھی رکھتے تھے۔ اور اس ہدف سے داخلی اور خارجی استعمار کے خیمہ میں آگ لگانے کی کوشش کی، اس دوران تقریر جلسوں کے علاوہ تدریس اور یونیورسٹی میں بھی مشغول تھے اور جناب کاشانی کی نصیحت پر مدرسی کا امتحان دیا اور آقائے مطھری اور شیخ مہدی حائرے کے ہمراہ قبول ہوئے، اس کے بعد دانشکدہ معقول و منقول {الہیات و معارف اسلامی} میں، جو پل چوبی میں واقع ہے اور مدرسہ سپہسالار تہران میں شرکت کی ۔

تحصیل کے تیسرے برس، جب ایم اے مکمل کرنے میں مشغول تھے، ایک قانون وضع ہوا تاکہ چار امتحان میں شرکت کر کے چار ایم اے کی ڈگری حاصل کریں، آپ نے علوم قصائی، علوم تربیتی، تبلیغ اور فقہ چاروں کا امتحان دیا اور چار ایم اے کی ڈگریاں حاصل کیں۔

٦٨۔ صادقی، تہرانی، محمد، ترجمہ فرقان، قرآن کی مختصر تفسیر، انتشارات شکرانہ، ١٣٨٨۔

آپ نے ڈاکٹریٹ کی کلاسوں میں بھی شرکت کرنے کی کوشش کی تاکہ کسی وقت اسلام کے کام آئے ڈاکٹریٹ مکمل کی اور آیۃ اللہ بروجردی کے حکم سے تین برس دانشگاہ میں تدریس کی۔

آپ کی پی ایچ ڈی کا عنوان اور موضوع "ستارے قرآن کی نظر میں" تھا، جلسہ دفاعیہ میں جناب راشد، جناب مشکات اور جناب عامری {وزیر قانون} سب نے کہا یہ موضوع ہماری سمجھ سے بالا تر ہے، آپ خود ہی وضاحت کیجئے اور جب آپ نے توضیح دی تو آپ کو فوق ممتاز کا درجہ دیا۔ بعد میں جب آپ کی تھیسند مطبوعہ شکل میں منظر عام پر آئی، آیۃ اللہ طباطبائی نے مطالعہ کے بعد کہا: کتاب نہ دانشگاہی ہے نہ حوزوی ہے بلکہ قرآنی ہے۔ ماہ فروردین ۳۶ شمسی میں کتاب بشارات عہدین کا پہلا نسخہ بہائیت کے مقابلہ میں منتشر ہوا اور اس لحاظ سے کہ نشر بشارات کے آغاز میں تقریباً ۷۰ نسخہ کلیساوں اور اہم مسیحی سفارت خانوں میں بھیجے گئے، آیۃ اللہ صادقی کے لئے مناظرہ اور گفتگو کا رساتہ باز ہوا آپ نے اسی طرح ماتریالیستی یا مادہ پرست نظریات کے مقابل میں طالب علموں کی ایک جماعت کے ساتھ بحث و مباحثہ اور سوال و جواب کے جلسے ترتیب دئے کہ جلسے منعقد ہونے کے بعد آپ کی ان طالب علموں سے گفتگو کے تقریباً تین نسخے آمادہ کئے گئے اور یونیورسٹی اور اداروں وغیرہ میں تقسیم ہوئے اور رجوع کرنے والوں کی کثرت اور ان کے اصرار پر آہ کی گفتگو پھر زیور طبع سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آئی۔

آپ نے ڈاکٹریٹ کی تکمیل کے بعد قرآن و سنت کے معیار پر کتاب"آفرید و آفریدگار" کے متن کے مطابق حکمت {فلسفہ اسلامی} کی تدریس کی، اسی طرح تہران میں سات جگہوں پر علمی اور سیاسی دو محور پر شاہنشاہی حکومت کے خلاف طالب علموں منجملہ مصحح، عبودیت، غرضی، میثمی {نا بینا}، مصحف، عابدی کے حضور جلسے منعقد کئے۔ جلسے نجوم قرآن اور سوال و جواب کے محور پر تھے لیکن

اندر سے شاہی تشکیلات کو درہم و برہم کرنے کے لئے تھے اور تمام ملک کی مطبوعات پر اسلامی کنٹرول کی غرض سے سات جلسوں کو ادغام اور ہر ایک کی ذمہ داری تھی کہ مطبوعات کے ایک حصہ کا مطالعہ کریں اور رپورٹ پیش کریں کہ البتہ شاہ کے افراد اور کارندوں نے بہت زیادہ مزاحمت ایجاد کی۔

مساجد منجملہ مسجد سر پولک میں جس میں آقائے محمد تقی اراکی نماز پڑھاتے تھے نماز مغربین کے بعد شاہ کے خلاف تدریس کرتے تھے جس مں ڈاکٹر جمران اور ان کے بھائی بھی شریک ہوتے تھے، درس بہترین ہوتا تھا جس میں شرکت کرنے والوں کو کتابچہ بھی دئے جاتے تھے۔

اسی طرح ہفتہ میں ایک رات مسجد امین السلطان میں جو اول خیابان فردوسی میدان فصحی میں واقع تھی {میدان توپ خانہ یا امام خمینی فعلی} جلسہ منعقد کرتے تھے۔

آیۃ اللہ صادقی ہر حال میں ملک کے نظام اداری، اقتصادی اور فکری کی احکام قرآن پر مبتنی اصلاح کے در پے تھے اور کوشش کرتے تھے کہ صحیح اسلامی رفتار کے ذریعہ اس نظریہ کو لوگوں میں عام کریں ، کیوں کہ ان کے عقیدہ کے مطابق ہر با بصیرت اور سیاسی آگاہی رکھنے والے عالم کو قرآنی افکار و نظریات کو معاشرہ میں عام کرنا چاہئے۔ آپ چاہتے تھے کہ احکام الہی کو قول سے فعل میں تبدیل کریں اور مرجعیت اور تشریفاتی کاموں کے چکر میں نہ تھے۔

علمی اور سیاسی نو آوری کے ہمراہ آپ کا منبر پر جانا باعث ہوا کہ آپ مورد تعقیب و تہدید واقع ہوئے شاہی سلطنت آپ کے پیچھے پڑ گئی۔

آیۃ کاشانی کے انتقال کے بعد آیۃ اللہ بروجردی کی پہلی مجلس برسی میں تقریر کی اور اعلامیہ شائع کرائے اور یہ تقریر اور اعلامیئے ۴ بہمن ۱۳۴۱ میں شاہ کی گفتگو کے اعتراض میں تھے جس میں اس نے

قم کے کسانوں کو اسناد مالکیت عطا کرنے کے حوالے سے گفتگو کی تھی، شاہ کے خلاف اس تقریر کا یہ نتیجہ ہوا کہ ساواک نے آپ کی پھانسی کا حک صادر کر دیا اور آپ کو مجبوراً حج کے قصد سے ایران کو ترک کرنا پڑا۔

عربستان میں بھی مکہ اور مدینہ میں اعلامیہ {ہنڈبل} تقسیم کرنے کے جرم میں عمرہ و حج کے درمیان گرفتار ہوئے اور تیرہ دن تک زندان "شرطۃ العاصمۃ" میں رہے اور علماء بالخصوص آیۃ اللہ حکیم کی وساطت سے آزاد ہوئے اور تحت الحفظ عراق روانہ ہوئے۔ عراق میں بھی سر گرمیوں کے ضمن میں بغداد میں سفارت ایران اور کربلا میں ایرانی کونسل نے چند مرتبہ سازش کی اور ہجوم کیا کہ آپ کو گرفتار کرے، لیکن خدا وند عالم نے بظاہر آیۃ اللہ خوئی کے وسیلہ سے ان کی حفاظت کی اور ان کی گرفتاری سے مانع ہوا اور آپ تقریباً ایک ماہ تک آیۃ اللہ خوئی کے گھر زیر زمین مخفی رہے اور آپ نے اس فرصت سے استفادہ کیا اور ایک جزء قرآن کی تفسیر، قرآن سے قرآن کی تفسیر کے معیار پر لکھی۔

یورپ، مشرق اور قاہرہ میں انقلاب کی بنیاد رکھنے کی خاطر دو تین مہینہ بعد اتریش گئے اور تقریباً دو مہینہ رات دن ایرانی اور عرب اسٹوڈینٹس کے ساتھ جلسات برقرار کئے۔ نجف میں آپ کی تقریریں دو رنگ لئے ہوتی تھیں ایک سیاسی رنگ شہنشاہیت کے خلاف اور دوسرا قرآنی رنگ۔ اس امید میں کہ ان تقریروں کی وجہ سے حوزہ نجف کو عمق قرآنی ملے کہ الحمد للہ ان کی تقریروں کی وجہ سے دو اجنبی پہلووں کے باوجود کچھ لوگ جذب ہو گئے اور ان افراد کے جذب کی وجہ سے ایک گروہ کو ضد شہنشاہی سیاست اور علمی {قرآنی} دو پہلووں میں حوز ہائے علمیہ نجف اور قم کی امواج کے خلاف آمادہ اور تیار کرنے میں کامیاب ہوئے۔ ایک گھنٹہ گفتگو فرماتے تھے شاید قرآن کی پچاس آیت سے استدلال اور عمیق طلبگی بحث کرتے تھے۔ اسی وجہ

سے آپ سے درخواست کی کہ نجف میں تدریس کا آغاز کریں۔ کہا: شروعات کس چیز سے کیجئے گا؟ آیۃ اللہ صادقی نے جواب دیا: وہ کتاب جس کی جگہ اس حوزہ میں خالی ہے۔

درس میں آیات قرآن کے درمیان آیتوں کی مناسبت سے شہنشاہیت اور ہر ظالم و ستمگر حکومت کے خلاف سیاسی مباحث پیش کرتے تھے۔ کچھ عرصہ بعد فارسی زبان میں مسجد شیخ انصاری میں تفسیر کے جلسے رکھے۔ کچھ عرصہ بعد شب پنجشنبہ نماز مغربین کے بعد دو سے تین گھنٹہ اپنے گھر میں جلسہ خطابت اور قلم منعقد کرنا شروع کیا۔

فقہاء کے نظریہ بر خلاف کہ ۵۰۰ آیات آیات الاحکام سے متعلق ہیں ۲۰۰۰ سے زیادہ آیتوں کو آیات الاحکام سے متعلق جانتے تھے، چونکہ بعض آیتیں مطالعہ قرآن میں فقہاء کی نظر سے نہیں گذری ہیں۔آپ بارہا آیات عظام خوئی کے مرکز استفتاء میں بحثوں میں آیتیں پڑھتے تھے اور جب آپ سے سوال ہوتا تھا کہ اس سے متعلق روایت کون سی ہے؟ فرماتے تھے: معلوم ہوتا ہے کہ آیت اس قدر گنگ اور بے دلالت ہے کہ روایت کی ضرورت ہے، یعنی خدا نے اس قدر گنگ بات کی ہے کہ بندہ نہ سمجھے! پس قرآن کو کیوں نازل کیا اور اس میں فرمایا للناس، پس یا ہم نسناس ہیں یا خدا ۔ معاذ اللہ۔ چھوٹا ہے، لہذا ہم ناس ہوں تاکہ قرآن کو سمجھیں کیوں کہ نسناس نہیں سمجھنا چاہتے ہیں۔

نجف میں آپ کی اقامت کے تیسرے برس امیر المومنین کے بارے میں مسابقہ تالیف کتاب کی آپ کو خبر ملی اور آپ نے کتاب "علی و الحاکمون" لکھنے کی ہمت کی اور آپ کی یہ کتاب بیروت میں کثیر تعداد میں چاپ اور منتشر ہوئی۔ آہ نے خود فرمایا کہ ۲۰ دن میں مطالب آمادہ کئے اور تیس دن کتاب لکھی یعنی ہر روز ۱۰ صفحہ۔

آقائے سید جواد شبر مدیر تشکیلات مسابقہ، کتاب کے پہلا مقام حاصل کرنے پر مبنی لوح تقدیر لے کر آپ کے پاس آئے لیکن کربلا میں

ایک جلسہ تشکیل پایا اور عراق اور مرجعیت کی سیاست کے باعث صرف آپ کی کتاب کا نام لیا گیا اور پہلا مقام کتاب سلیمان کتانی کو دیا گیا۔

اس کتاب کے ایک لاکھ نسخے منتشر ہوئے جس کے صفحات کی تعداد چاپ اول میں ۳۰۰ سو صفحہ تھی اور دوسرے چاپ میں محاکمہ خلفاء کا اضافہ کرنے سے اس کے صفحات کی تعداد ۳٦۰ پہونچ گئی جو "الخلفاء بین الکتاب و السنۃ" کے نام سے مشہور ہوئی۔

امام خمینی کے نجف تشریف لانے کے دو برس بعد مسئلہ حملہ اسرائیل اور چھ روزہ جنگ پیش آئی اور اس موقع پر آیۃ اللہ صادقی نے اسرائیل کے خلاف اور عربی حکومتوں، سوریہ، اردن، مصر اور عراق کے حوالے سے عالمی تقریریں کیں۔

مرور زمانہ سے آپ کے درس کو جو موج حوزہ کے بر خلاف تھا اور ایک درس حوزوی کے عنوان سے قبول نہیں کرتے تھے، دیگر دروس کے مقابلے میں آپ کے درس میں شریک ہونے والوں کی تعداد بڑھتی گئی اور کچھ عرصہ بعد عربی اور فارسی مختلف ممالک کے تقریباً ۷۰۰ سے ۸۰۰ تک طلاب نے آزاد فکر سے قرآن کی مقدس آیات کے مبنی پر درست تفسیر اور موازین صحیح کو عام کیا، صرف قرآن کی دلکشی اور قرآن کے ساتھ بے رنگ سے کام کرنا اور قرآن پر حوزوی رنگ کو تحمیل نہ کرنا جذب افراد و طلاب کا موجب ہوا۔

آپ کا عقیدہ تھا کہ قرآن کی مظلومیت کے لئے یہی کافی ہے کہ قرآن سے آشنا ہر شخص جہالت و کم علمی سے متہم ہے جب میں قرآن کی دلیل سے، شہرت اور اجماع کے خلاف رائ دیتا ہوں اس کا قبول کرنا حوزویوں کے لۓے بہت سخت ہے، مثلاً حاجی سبزواری کی باتوں کو رد کرنا ان کے لئے بہت نا قابل قبول اور مشکل تھا کیوں کہ مرحومین خدا ہو جاتے ہیں، بالکل قدیم یونانیوں کے عقائد کے مطابق کہ جو شخص مر جاتا

ہے اس کی روح خداوں کی ارواح کا جزء ہو جاتی ہے ہاں زندہ ہونا گناہ ہے۔ میں نے بارہا اپنے بھائیوں سے عرض کیا کہ ہمارے حوزے جو قرآن کی طرف توجہ نہیں رکھتے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کا صاحب اور مالک مرحوم نہیں ہے، چونکہ زندہ ہے اور مرئی بحی نہیں ہے، بنا بریں اس کی کتاب سے کوئی سرو کار بھی نہیں رکھتے۔ قرآن فقہ، تفسیر اور آیات الاحکام کی شمولیت عام کے با وجود حوزوں اور تمام شعبوں میں مظلوم ہے اور حوزوں میں مورد بحث گونا گوں علمی پہلووں کا محور قرآنی نہیں ہے، بالخصوص فقہ قرآن کہ جیسا ہونا چاہئے تھا اس کا اتعمال نہیں ہوا، فقہ قرآنی فقہ گویا ہے جو ہمیشہ وحی شریعت حضرت کاتم سے مستند ہے اور صرف نئے نئے موضوعات کو قبول کرتا ہے نہ نئے نئے احکام کو اور اس وجہ سے کبھی اس کا راستہ مسدود نہیں ہے اور شریعت کے ثابت احکام میں ذرہ بھر تغییر کے بغیر ہمیشہ تمام سوالوں کا جواب دینے کے لئے تیار ہے۔

بعض فضلاء نے مجھ سے کہا: آپ قرآن سے کس طرح یہ سارے سیاسی مسائل لے آتے ہیں؟ میں نے کہا: میں نے بہت مسائل استخراج کئے اور نکالے ہیں، قرآن پورا کا پورا سیاست اور علمی و عقیدتی رہبر ہے۔ آپ کی اصطلاح میں سیاسی رہبری، لیکن سیاسی صحیح ہے۔ قرآن تمام علمی شعبوں میں حرکت اور موج سے پر ہے اور خلاف امواج کے طلسم کو توڑ دیتا ہے، لیکن آرام دروس اور فقہی یا فلسفی بحثیں یا ... علاوہ اس کے کہ پر حرکت نہیں ہیں بسا اوقات جمود عطا کرتی ہیں اور انسان کو ساختہ شدہ شخصیات بالخصوص فوت شدہ علمی شخصیات کے مقابل اسی طرح جامد رکھتی ہیں، فلاں مرحوم نے فرمایا، اس لئے ہمیں سمجھنے کی ضرورت نہیں، ہمیں کچھ نہ کہنا چاہئے، ہمیں سوچنا نہیں چاہئے، لہذا ہمیں پہلے زندہ ہونے کے جرم میں، دوسرے ایک اور تنہا ہونے کے جرم میں، تیسرے دوسرے جرائم کی وجہ سے حق نہیں ہے ان مرحومین کی باتوں کے علاوہ کچھ کہیں۔ نتیجے میں آزادی فکر و اجتہاد کے باندھ کو

توڑنا بہت مشکل کام ہے، لہذا اصل تفسیر قرآن کو ۔ جو حوزہائے علمیہ میں ایک اجنبی اور بیگانہ کتاب ہے۔ جس طرح کہ خدا نے بیان کیا ہے، بیان کرنا جرم ہے۔

آپ کے بلند و بالا ہدف کے برابر کار شکنی اور حسد بہت نا چیز ہے آپ نے ان سب کو دل و جان سے قبول کیا۔ چونکہ آپ کے تمام کام خدا کی راہ میں اور حق تک پہونچنے کے لئے تھے، آپ نے سیاسی اور قرآنی شعبے میں قیام کے استمرار کے لئے نجف میں نماز جمعہ قائم کرنے کا ارادہ کیا، البتہ اس کا انجام دینا بہت دشوار اور اہم کاموں میں سے تھا۔

نجف اشرف اور عراق کے تمام شہروں سے جب ایرانیوں کے نکالے جانے کا آغاز ہوا، آیۃ اللہ صادقی نے بیروت ہجرت کی اور آپ کی دونوں سیاسی اور قرآنی تحریکیں بیروت میں بھی جاری و ساری رہیں۔ اپنے تقریری جلسوں میں قرآنی مطالب بیان کرنے کی سعی کے ساتھ صحیح اسلامی تعیری افکار کو زندہ کرنا اور موجودہ غلط افکار کو کالعدم کرنا آپ کا شیوہ تھا۔ آپ بحث کے آخر میں حاضرین کے سوالات کے جوابات دیتے ہیں، تقریروں میں سلبی و ایجابی دو بعد میں ایک ساتھ گفتگو فرماتے تھے۔ سلبی بعد میں علمی لحاظ سے طلاب کے درسی مباحث اور تحصیل کے بعد ان کے استعمال اک ذکر فرماتے تھے اور سیاسی لحاظ سے ایران و عراق اور اسرائیل و لبنان کئی محاذ پر جنگ کی اور یہ ساری بحثیں اور باتیں مرقوم اور ثبت ہیں۔

آپ نے نماز جماعت میں شرکت کر کے قرآنی اسلام کی حقانیت کو ثابت کرنے کے لئے تشکیل شورای عالی شیعہ، تشکیل نماز جمعہ نیز جدید تالیفات کے ذریعے دوسرے ادیان کے علماء سے مناسب گفتگو کی زمین فراہم کی۔

جب لبنان میں داخلی جنگ کے شعلے شدت اختیار کر گئے آپ نے لبنان کو حجاز کے قصد سے ترک کیا اور وہاں پر مسجد الحرام میں تقریر کر کے کلاس درس برپا کیا کہ آپ رسول اللہ اور ائمہ معصومیں علیہم السلام کے بعد رسمی طور پر مسجد الحرام می درس دینے والے پہلے شیعہ تھے۔ اس زمانہ میں شیخ عبد اللہ بن حمید نے آپ سے آشنائی کی وجہ سے حکم دیا کہ مسجد الحرام کے مدرسین ایک لفظ بھی شیعہ اور ائمہ شیعہ کے خلاف بات نہ کریں۔ یہ مسئلہ بہت اہمیت کا حامل تھا کہ مسجد الحرام اور خطبہ نماز جمعہ میں نہ صرف یہ کہ شیعہ کے خلاف کوئی بات نہیں ہوتی تھی بلکہ اسلامی وحدت کے متعلق باتیں ہوتی تھیں۔

مکہ میں بھی انقلابی سر گرمیوں سے غافل نہ تھے۔ قم اور تبریز کے لوگوں کا قتل و کشتار ہوا اس وقت ایام جمعہ میں دعاء ندبہ کے بہانہ سے اس بارے میں تقریریں کی ہیں۔ اسی دعاء ندبہ میں اپنی مشہور و معروف تقریر "پلہ رضا خان" کی کہ ایک منٹ سکوت کی جگہ ایک منٹ گریہ کیا، اس کے بعد مفصل گفتگو فرمائی۔

بعض اوقات بعض تجار وہاں آتے تھے اور آپ کی بہت زیادہ کیسٹوں کی تکثیر کر کے نا قابل یقین روش سے ایران اور دوسرے مسلمان ممالک میں لے جاتے تھے۔

آپ ۵۷ میں دوسری بار ۱۷ سال بعد گرفتار ہوئے اور آزادی کے بعد بیروت گئے اور لبنان میں اپنی پوزیشن مستحکم کرنے کے بعد فرانس گئے تاکہ امام خمینی سے "نوفل لوشاتو" میں ملاقات کریں، اسی طرح اٹلی بھی گئے اور اٹلی کی یونیورسٹی میں تقریر بھی کی جس کے نتیجے میں حکومت اسلامی کی تاسیس کے لزام کے بارے میں عظیم موج اور بیداری و آگاہی ایجاد ہوئی اور امام کے ایران واپس آنے کے بعد آپ بھی وطن واپس لوٹ آئے، اور پورے ایران میں جگہ جگہ تقریریں کرنے کے علاوہ مشہد و جمکران میں نماز جمعہ کے رسمی اعلان ہونے کے پہلے

دانشگاہ صنعت شریف اور دانشگاہ تہران میں نماز جمعہ تشکیل دی۔ آپ نے امام خمینی کے مشورہ کرنے کی وجہ سے اور قرآنی انقلاب اور تحریک کی جروں کو مضبوط کرنے کے لئے اجرائی امور میں شرکت نہیں کی اور قم میں سکونت اختیار کی اور معارف قرآن کے محور پر اپنے درس، تالیفات اور تقریروں کا سلسلہ جاری رکھا۔

ایران عراق کی جنگ میں بھی "آبادان" میں فارسی و عربی میں مفصل تقریر کی جو تین بار آبادان ریڈیو اور ٹیلیویژن سے نشر ہوئی کہ امام خمینی کو قبول نہ کرنے کے سلسلہ میں عربستان سعودی، کویت اور عراق پر سخت تنقید کی۔

۱۳٦۷ ش میں جب سلمان رشدی کی کتاب آیات شیطان منظر عام پر آئی اور امام خمینی نے بحکم شرعی اس کے قتل کا حکم صادر فرمایا تو آپ نے اس کی گمراہ کن کتاب آیات شیطانی کے جواب میں کتاب آیات رحمانی لکھی تاکہ اس کے افتراء کا سد باب ہو سکے[٦٩]۔

۱۳٦۷ میں اس برس اقامت کے بعد الفرقان کی تیس جلدی تفسیر کی ۲۵ جلد عربی و فارسی دو تدریس کے ضمن میں، تالیف کیں۔ ان تیس جلدوں میں اس بات کی کوشش کی ہے کہ اگر قرآن کی کسی آیت کے بارے میں شیعہ و سنی تفسیروں میں کوئی نکتہ رہ گیا ہو یا کوئی خطا اور اشتباہ نظر آئے تو اس کی طرف لوگوں کی توجہ مبذول کرائیں۔

فقہ میں، قرآن و سنت کے معیار پر ۵۰۰ فتوی سے زیادہ فتاوے جو مشہور کے نظریات کے بر خلاف ہیں "تبصرة الفقہاء" میں تحریر کئے ہیں، اور تمام علوم اسلامی میں اس وسیع اختلاف کی بنیاد قرآن مبین میں آزاد اندیشی اور تدبر کے فقدان کو جانا ہے اور اس بات کی تاکید کی ہے کہ اگر علماء اسلام قرآن کی صحیح تحقیق کریں تو ان کے اختلاف کے

٦٩۔ صادقی، تہرانی، محمد، آیات رحمانی، کتاب آیات شیطانی کا جواب، انتشارات فرہنگ اسلامی۔

فیصد میں بہت کمی واقع ہوگی۔ اگر چہ ان کے اس طرح کے فتاوے اجماع اور روایات کے بر خلاف بھی ہوں۔

فلسفہ میں، مرسوم حوزوی ارکان جیسے قدمت زمانی عالم اوراس کے حدوث ذاتی ضرورت سنخیت علت و معلول کے مبنی کے تحت خدا اور مخلوقات کی سنخیت، قاعدہ الواحد لا یعدد عنہ الا الواحد وغیرہ کو درست عقلی اور قرآنی نتائج کے بر خلاف جانتے تھے۔ منطق بشری میں بھی چند اعتراضات کا اضافہ کرنے کے ساتھ ٦٦ تضاد کا حساب ابجدی اللہ کے مطابق منطقیوں کے نظریات کے درمیان اعلان کیا اور تفسیر الفرقان ج ١٠ کے حاشیے میں سورہ اعراف میں ذکر کیا ہے۔

علم اصول میں بھی مباحث میں تحقیق کو روا اور غلط جانتے تھے، جیسا کہ علماء علوم تجربی میں سے کوئی ایک بھی بدیہیات لفظی میں بحث نہیں کرتا ہے، اور فرماتے تھے اصول عملیہ بھی نصوص کتاب و سنت سے آشکار ہیں۔

نتیجے میں کتاب "اصول الاستنباط" ضد اصول حوزوی مباحث کے بارے میں لکھی ہے۔

چونکہ دوسرے علماء کے ساتھ آہ کا اختلاف فقہی مسائل میں دوسرے علوم سے زیادہ ہے تفسیر الفرقان کے علاوہ کہ اس بارے میں مفصل کتاب "تبصرة الوسیلہ" علی شاطئ الجمع ۔ عربی زبان میں۔ رسالہ "توضیح المسائل نوین"، فقہ گویا، اسرار مناسک و ادلہ حج، مفت خوران و--- جیسی کتابیں لکھی ہیں جن میں اہم قرآن کے فقہی مباحث پر گفتگو کی ہے[٧٠]۔

آپ کی دوسری کتابوں میں سے درج ذیل کتابوں کی طرف اشارہ کیا جا سکتا ہے:

٧٠۔ صادقی، تہرانی، محمد، رسالہ "توضیح المسائل نوین" انتشارات امید فردا ٨٣۔

۱۔ نقدی بر دین پژوہی فلسفہ معاصر

۲۔ نقد قرآنی بر کتاب ہر منوتیک تالیف ڈاکٹر محمد شبستری، نقد قرآنی بر قبض و بسط شریعت، تالیف ڈاکٹر سروش، انقلاب اسلامی ۱۹۲۰ عراق، ھکومت قرآن، مسافران، برخورد دو جہان بینی، ماتریالیسم و متافیزیک، نماز جمعہ اور ---

آپ نے اپنی قرآنی تحقیقات کے آخری مرحلہ میں اپنے عظیم ذمہ داری کا احساس کرتے ہوئے قرآن کی تفسیر اور ترجمہ فارسی زبان میں کیا کہ فارسی زبان والوں کے لئے حجت اور ایک روشن بیان اور دوسرے تمام تفسیری ترجموں کے لئے اصل قرآن کے عربی متن کے بعد ایک شائستہ بنیاد ہو اور جو تحقیقات اور عمیق دقیق اس میں انجام پائی ہیں دوسری زبانوں میں اس کا ترجمہ ہوا ہے۔ آپ اس کے باوجود فرماتے تھے کہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ کامل اور مکرر تحقیق کے باوجود جو تفسیری ترجمے قرآن کے فارسی زبان میں ہوئے اور تفسیریں لکھی گئی ہیں یہاں تک کہ تفسیر دان مراجع اور منابع کی جانب سے {کجا دوسرے} ان میں سے ہر ایک میں بکثرت غلطیاں نظر آتی ہیں۔ خواہ لغوی معانی اور اس کے جملوں میں، خواہ اس کی بے نظیر فصاحت و بلاغت میں، خواہ پر مغز اور نفیس الفاظ کے انتخاب میں، یہاں تک کہ اس کی آیات کے ادبی ترجمے میں، کیوں کہ قرآن کریم جس طرح عربی زبان میں خوبصورت اور دلکش معنی و بیان پر مشتمل ہے اس کے ترجمہ میں بھی انہیں نزاکتوں کا لحاظ ہونا چاہئے اور بہتریں اور معجزہ آسا ہونا چاہئےاور نہایت دقت اور شائستگی کے ساتح انجام پائے۔ تفسیری ترجمہ اور دوسری زبان میں اس کے مطالب کا منتقل کرنا دوسری تالیفات کے مقابلے میں کہیں زیادہ سخت اور دشوار کام ہے، یہاں تک کہ قرآن کی تفصیلی تفسیر سے بھی مشکل کام ہے۔ لہذا مخصوص شرائط کے ساتھ یہ کام انجام پانا چاہئے۔ اس طرح سے کہ قرآن کی تسلسلی اور موضوع تفسیر میں کامل آشنائی اور نہایت دقت کے ساتھ انجام پائے اور کمال

باریک بینی اور حقیقت نگری کو قرآن کی تفسیر میں مد نظر رکھا جائے اور مفروضات اور تحمیلی نظریات سے پاک ہو، اور صرف قرآنی مبنی پر آیات کے نادرونی مطالب سے استفادہ ہو اور خارجی عوامل و اسباب کو مد نطر نہ رکھا جائے اور تحمیلی اقوال اور آراء و نظریات سے صرف نظر کیا جائے کہ بالآخر ایسی تفسیر کا نتیجہ الہی مرادات اور مقاصد تک شائستہ اور بلا واسطہ طریقہ سے پہونچنا ہےاور آخری عمیق نتائج تک پہونچنا بھی قرآنی دانشوروں اور علماء کی شوری کے ذریعے قابل دسترسی ہے، جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے: "و امرھم شوری بینھم" کہ اس ضروری امر میں شائستہ مشورت ضروری و لازم ہے۔

بنا بر ایں بر اساس تفسیر باطنی لغت قرآن کا دقیق علم لازم ہے اور جس زبان میں اس کا ترجمہ ہو اس کا بھی یہی حال ہے اور اس امر میں دوسری زبانوں کی طرف توجہ نہ ہونی چاہئے جو بسا اوقات ایک دوسرے کی ضد یا بر خلاف حقیقت ہیں۔

ان مبانی کی رو سے صرف لغت قرآن کا جاننا اور مختسر معانی و مطالب کو پیش کرنے کے لئے اس کو دوسرے الفاظ میں بیان کرنا کافی نہیں ہے، جس طرح رسالہ عملیہ کا لکھنا اجتہاد شائستہ کا آخری نتیجہ اور آکری مرحلہ ہے۔ اور اس سے زیادہ اہم قرآن کا مختصر دوسری زبانوں میں ترجمہ کرنا ہے کہ اس طرح کا ترجمہ معارف قرآن کے لحاظ سے جہاں شمول ہے۔

اس بنیاد پر علماء اور اسلامی شرعمدار بھی ۔ ان شرائط کے بغیر۔ تفسیری ترجمہ کی صلاحیت نہیں رکھتے ہیں یہاں تک کہ مفسرین بھی م

شکل سے اس کو دوسری زبان میں ترجمہ کر سکتے ہیں۔ کجا دوسرء افراد جو صرف عربی زبان یا دوسری زبان کا علم حاصل کرے قرآن کا ترجمہ کرنے کی ہمت کرتے ہیں۔ کیوں کہ ان تمام وحیانی حقائق کو مختصر قالب میں پیش کرنا نہایت دشوار اور حائز اہمیت ہے۔

ترجمان قرآن کی مختصر تفسیر میں جو تفسیر الفرقان کا مختصر ترجمہ ہے، قرآن کے ترجمہ میں بہت دقیق تحقیقات کرنے کے علاوہ قرآنی وزن اور صدا کا بھی بحد ممکن لحاظ کیا گیا ہے۔ آخری کلمات وحیانی میں اعجاز ربانی نہ صرف معنی کے اعتبار سے بلکہ وزن کے اعتبار سے بھی معصومانہ ہے۔ اور اس کتاب میں بقدر ممکن اور بحد توانائی رعایت معنوی الفاظ کے علاوہ فصاحت و بلاغت قرآنی کی بھی رعایت کی گئی ہے۔ واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا[۷۱] جیسی قرآنی آیات کے مطابق ایسا لگتا ہے کہ ممکنہ شرائط کے ساتھ قرآن میں تحقیق کامل اور دقت شامل کے ذریعے کم سے کم عصمت علمی کو حاصل کیا جا سکتا ہے۔

نتیجے میں طالبان معارف قرآنی کے لئے بعد تکاملی کے علاوہ کسی اور چیز میں کوئی فرق نہ ہوگا اورا گر عدم عصمت کی وجہ سے معمولی تشابہ پیدا ہو وہ "امرھم شوری بینھم"[۷۲] کے ذریعے بر طرف ہو جاتا ہے اور محکم کے درجہ تک پہونچ جاتا ہے۔ قرآن کی تفسیر اس کے پنہاں معانی کی توضیح کے معنی میں نہیں ہے بلکہ اس کے استفسار کے معنی میں ہے مفسر قرآن اس کی تفسیر میں صرف قرآن سے استفسار کرتا ہے کہ آیات کو دوسری آیتوں کے وسیلہ سے بغیر کسی پیش فرض یا امید و انتظار اور تحمیل کے بیان کرتا ہے اور صرف قرآن سے قرآن کو بیان کرنے کے فراق میں ہو۔

اور دوسروں کے غیر مطلق افکار و اقوال اور آراء و نظریات اور تحمیلات علوم بشری {خواہ دینی خواہ غیر دینی} کو نظر انداز کرتے ہوئے صائب نظر سے مقاصد الہی کا طلبگار ہو، اس ترتیب سے مفسر قرآن صرف خدا ہے اور بس : "ولا یاتونک بمثل الا جئناک بالحق و احسن

۷۱۔ آل عمران: ۱۰۳۔
۷۲۔ شوری : ۴۳۔

تفسیراً"[۷۳] کہ خود قرآن تمام باطنی و ظاہری اور داخلی و خارجی حقائق پر مشتمل ہے۔ اور قرآن کا "احسن تفسیراً" ہونا اپنی کلیت میں اپنے اور دوسرے حقائق کی بنسبت اسی طرح باقی اور استوار ہے۔ اس ترجمہ تفسیری میں کہ قرآن اور اس کی لازم تفسیر کا خالص ترجمہ ہے گونا گوں قرائتوں میں سے کوئی قرائت مد نظر نہیں ہے اور صرف قرآن کی متواتر قرائت معتبر ہے اور بس، جو واحد اور مقطوع {قطعی و یقینی} ہے اور قرآن کے ترجموں اور تفسیروں کا یگانہ اور واحد مبنی ہے، اگر قرآن کی دوسری قرائتیں متواتر ہوں قطعی اور جہاں شمول تواتر کے مقابلے میں ناچیز اور قطعاً باطل ہیں۔ اس کتاب میں تمام آیتوں کے ترجمہ کے علاوہ بعض آیات کی مختصر تفسیر بھی پیش کی گئی ہے جو مجموعاً تمام قرآن کا درمیانی ترجمہ ہے۔[۷٤]

مترجم: سید اطہر عباس رضوی قمی الہ آبادی

۳۰/ مئی ۲۰۱۴

۷۳۔ الفرقان : ۳۳، ۲۵۔
۷٤۔ صادقی، تہران، محمد، ترجمان فرقان، قرآن کریم کی مختصر تفسیر، انتشارات شکرانہ، طبع اول، ۱۳۸۸ ش۔